تقاریر دورہ تفسیر القرآن

فیوض الشیخین

اُستاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث

الحاج علامہ مولانا محمد مقصود احمد چشتی قادری



مکتبہ چشتیہ قادریہ

کچا رشید روڈ دربار ہسپتال لاہور

تقاریر دورہ تفسیر القرآن

فیوض الشیخین



حصہ اول

استاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث

الحاج علامہ مولانا محمد مقصود احمد چشتی قادری

مکتبہ چشتیہ قادریہ

کچا رشید روڈ
دربار ہسپتال لاہور

نام کتاب: ——— فیوض الشیخین

مصنف: ——— علامہ مقصود احمد قادری چشتی

صفحات: ——— 320

باراوّل: ——— یکم اپریل 2004ء

تعداد: ——— 1100

ہدیہ: ——— 135-00 روپے

ملنے کا پتہ:

کرمانوالہ بک شاپ

دکان نمبر 2 دربار مارکیٹ، لاہور 7249515



انتساب

تقاریر دورۂ تفسیر القرآن اپنے مشفق و محقق اساتذۂ کرام جامع المعقول والمنقول الحاج مولانا العلامہ الحافظ **عطاء محمد بندیالوی** علیہ الرحمۃ اور مفسر قرآن شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا **محمد عبدالغفور ہزاروی** علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ جنکے علمی فیوض و برکات سے میں اس قابل ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام اساتذۂ کرام کے برزخی درجات کو بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد مقصود احمد چشتی قادری

خطیب جامع مسجد داتا دربار لاہور

01-04-2001

فہرست مضامین تقاریر دورہ تفسیر القرآن حصہ اوّل

انتساب

تقاریر دورۂ تفسیر القرآن اپنے مشفق و محقق اساتذۂ کرام جامع المعقول والمنقول الحاج مولانا العلامہ الحافظ **عطاء محمد بندیالوی** علیہ الرحمۃ اور مفسر قرآن شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا **محمد عبدالغفور ہزاروی** علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ جنکے علمی فیوض و برکات سے میں اس قابل ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام اساتذۂ کرام کے برزخی درجات کو بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد مقصود احمد چشتی قادری

خطیب جامع مسجد داتا دربار لاہور

01-04-2001

دورہ تفسیر قرآن مجید

دورہ تفسیر قرآن مجید کا مفہوم ہے تعلیم علم تفسیر القرآن۔ تفسیر قرآن کے علم کی تعلیم دینا۔

اس موضوع کے چار اجزاء ہیں۔

(۱) علم (۲) علم تفسیر (۳) تفسیر (۴) القرآن

علم:

بعض کا مذہب یہ ہے کہ علم ''بدیہی'' ہے بعض کا مذہب ہے کہ علم ''نظری'' ہے یہ اختلاف باعتبار معنیٰ اصطلاحی کے ہے۔ رہا معنیٰ لغوی تو سب کا اتفاق ہے کہ علم کا معنیٰ ہے۔ ''دانستن'' جن لوگوں کے نزدیک علم ''بدیہی'' ہے ان میں دو گروہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ علم ممکن الحصول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ علم ممتنع الحصول ہے پھر جن لوگوں کے نزدیک علم کا حصول متعسّر ہے انھوں نے علم کی تعریف (معنیٰ اصطلاحی) میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک علم کا معنیٰ ہے۔ ''حصول صورۃ الشیٔ فی العقل '' دوسرا معنیٰ یہ ہے ''الصورۃ الحاصلۃ من الشیٔ عند العقل۔''

تیسرا ''الحاضر عند المدرک''۔ چوتھا ''قبول النفس بتلک الصورۃ''۔ پانچواں الاضافۃ الحاصلۃ بین العالم والمعلوم۔ یہ پانچواں مذہب متکلمین کا ہے۔

تقسیم علم

علم دو قسم ہے۔ تصور اور تصدیق

تصور: وہ علم ہے جو حکم سے خالی ہو۔

تصدیق: وہ علم ہے جس کے ساتھ حکم ہو۔

تصور اور تصدیق ان میں سے ہر ایک دو دو قسم پر ہے۔

"بدیھی اور نظری"

بدیھی: وہ ہے جس کا حصول نظر و فکر پر موقوف نہ ہو۔

نظری: وہ ہے جس کا حصول نظر و فکر پر موقوف ہو۔

علم التفسیر

لفظ علم کی بحث ختم ہوگئی۔ اب ہم "علم تفسیر" کے متعلق بحث کریں گے۔

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر صاوی صفحہ نمبر ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ہر شارع فی العلم کو چاہیے کہ کسی علم میں بصیرت حاصل کرنے کیلئے دس مبادی کو جانتا ہو۔

حد، موضوع، واضع، استمداد، اسم، حکم، مسائل، نسبت، فائدہ، غایت،

حد: اس فن کی حد "علم باصول یعرف بھا معانی کلام اللہ علیٰ حسب القوۃ البشریۃ" یعنی چند اصول کا جاننا جن کے ذریعہ

طاقت بشریہ کے مطابق اللہ کے کلام کے معانی کو سمجھا جائے۔

موضوع: آیات القرآن من حیث فھم معانیھا۔

قرآن کی آیات اس حیثیت سے کہ ان کا معنیٰ سمجھا جائے۔

واضع: الراسخون فی العلم من عھد النبیّ الی ھھنا علی التحقیق۔

یعنی حضور علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک تمام راسخون فی العلم۔

استمداد: الکتاب والسنۃ والآثار والفصحاء من العرب العرباء۔

یعنی اس فن میں کتاب وسنت اور آثار صحابہ اور عرب کے خالص فصحا کے محاورات سے مدد لینا۔

اسم: اس فن کا نام علم التفسیر ہے۔

حکم: الوجوب الکفائی۔ یعنی علم تفسیر کا پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

مسائل: اس فن کے مسائل قضایا من حیث الامر والنھی والموعظۃ الیٰ غیر ذالک۔

نسبت: انہ افضل العلوم الشرعیۃ واصلھا۔

فائدہ: المعرفۃ بمعانی کلام اللّٰہ علی الوجہ الاکمل۔

غایت: الفوز بالسعادۃ فی الدارین۔ اما الدنیا فبا متثال الاوامر

واجتناب النواهی واما الآخرۃ فبالجنۃ ونعیمہا۔
بعض نے علم تفسیر کی یوں تعریف کی ہے۔

علم یبحث فیہ عن احوال القرآن المجید من حیث دلالتہ علی مراد اللہ علی الطاقۃ البشریہ۔

حیثیت تین قسم پر ہے۔ **تعلیلی، تقییدی، اطلاقی**

یہاں پر حیثیت باعتبار بحث کے تعلیلی ہے اور باعتبار باحث کے تقییدی ہے۔ حیثیت اطلاقی وہ ہے جو محیث پر معنیٰ زائد کا فائدہ نہ دے اور اگر معنیٰ زائد کا فائدہ دے تو پھر دیکھیں گے کہ محیث پر جو حکم ہو رہا ہے حیثیت اس حکم کی علت ہے یا کہ نہیں ہے۔ علت ہو تو تعلیلی اور اگر علت نہ بنے بلکہ حکم محیث اور حیثیت کے مجموعہ پر ہو تو یہ حیثیت تقییدی ہے۔ مزید حیثیت کی بحث ملاحسن کے حواشی میں دیکھ لی جائے وہاں تفصیل سے مکتوب ہے۔

تفسیر: لغت میں فسرٌ سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہیں ظاہر کرنا اور کھولنا محاورہ میں تفسیر وہ ہے کہ کلام کرنے والا اپنا مقصد اس طرح بیان کرے جس پر کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

مفسرین کی اصطلاح میں تفسیر وہ ہے کہ قرآن پاک کے وہ احوال بیان کرنا جس میں عقل کو دخل نہ ہو بلکہ نقل کی ضرورت ہو۔ جیسے آیات کی شان نزول یا ان کا ناسخ منسوخ ہونا۔ تفسیر بالرائے حرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ”جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے اور ٹھیک بھی کہے تب

بھی خطا وار ہے۔"

مراتب تفسیر

مراتب تفسیر چار ہیں۔

(۱) تفسیر القران بالقرآن (۲) تفسیر القرآن بالحدیث

(۳) تفسیر القرآن بالاجماع (۴) تفسیر القرآن باقوال لتابعین

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن:

تفسیر القرآن بالقرآن یہ سب سے مقدم ہے یعنی ایک آیت ایک جگہ اجمالاً مذکور ہے اس کی تفصیل دوسری آیت میں کی جائے جیسے، اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اس میں منعم علیھم کا ذکر نہیں اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی اولئك الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین۔

(۲) تفسیر القرآن بالحدیث:

تفسیر القرآن بالحدیث یعنی قرآن کے اجمال کی وضاحت حدیث کے ذریعہ کی جائے۔

(۳) تفسیر القرآن بالاجماع:

تفسیر القرآن بالاجماع سے مراد، یعنی وہ آیات جن کے اجمال کو خلفاء راشدین فقہاء صحابہ کرامؓ نے بیان فرمایا جیسا کہ تفسیر میں مذکور ہے۔

(۴) تفسیر القرآن باقوال التابعین اوتبع التابعین:
یعنی وہ آیات جن کی وضاحت تابعین یا تبع تابعین نے فرمائی۔

تاویل

یہ اول سے مشتق ہے اس کا معنیٰ ہے رجوع کرنا اصل کی طرف۔
کیونکہ مفسر اصل کیطرف قواعد عربیہ کے مطابق رجوع کرتا ہے اس لیے اس کے عمل کو تاویل کہا جاتا ہے۔

اصطلاح میں التاویل مایمکن ادراکہ بالقواعد العربیة فھوما یتعلق بالدرایة۔ یعنی کسی کلام میں چند احتمال ہوں۔ ان میں سے کسی ایک احتمال کو قرینوں اور علمی دلائل سے ترجیح دینا۔ اس کیلئے نقل کی ضرورت نہیں بلکہ ہر عالم اپنی قوت علمی سے قرآن پاک میں نقطے وغیرہ بیان کرسکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ خلاف شریعت نہ ہو۔ حضرت امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ قرآن کے ایک ظاہری معنیٰ ہیں اور ایک باطنی، ظاہری معنیٰ کی تحقیق علماء شریعت فرماتے ہیں اور باطنی کی صوفیائے کرام (احیاء العلوم ب ہشتم)

تحریف

تحریف حرف سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے علیحدگی یا کنارہ
اصطلاح میں کلام کا ایسا مطلب بیان کیا جائے جو کلام کرنیوالے کے مقصد کے خلاف ہو۔

مفسرین کی اصطلاح میں تحریف دو قسم پر ہے۔ لفظی و معنوی

لفظی: تحریف لفظی وہ ہے کہ قرآن پاک کی عبارت کو دیدہ دانستہ بدل دیا جائے۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا۔

معنوی: وہ ہے کہ قرآن پاک کے ایسے مطالب بیان کئے جائیں جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین یا تفسیر قرآن کے خلاف ہوں یا یہ کہیئے کہ آیت کے وہ معنیٰ نہیں یہ معنیٰ ہیں جو کہ میں بیان کر رہا ہوں۔

یہ دونوں قسم کی تحریفیں کفر ہیں۔

تاویل کی مثال

مثال سمجھنے سے پہلے تمہید ہے وہ یہ کہ یہ لفظ دو قسم پر ہے مفرد اور مرکب

مفرد: مفرد وہ ہے جز لفظ سے جز معنیٰ مقصودی پر دلالت کرانی مقصود نہ ہو۔

مرکب: مرکب وہ ہے جز لفظ سے جز معنیٰ مقصودی پر دلالت کرانا مقصود ہو۔

اعلحضرت فاضل بریلویؒ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے الدولتہ المکیہ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کے ایک ایک لفظ کے ایک سے زیادہ ستر ہزار (70000) معانی ہیں۔ مثلاً لفظ ''ھدایت'' کے اٹھارہ (18) تک معانی ہیں۔

سوال: کتابوں میں لکھا ہے ھدایت کے دو معنیٰ ہیں اور تثنیہ دو کیلئے ہوتا ہے۔

جواب: ان دو معانی سے مراد وہ معنیٰ ہیں جو اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان متنازع فیہ ہیں۔ یعنی اراءۃ الطریق اور ایصال الی المطلوب۔

لفظ ھدایت کے اٹھارہ معانی

۱- الھدایۃ: الثبات، جیسے کہ قرآن میں ہے اھدنا ای ثبتنا۔

۲-الھدی: البیان، جیسے کہ اولئك علی ھدی ای بیان۔

۳-الھدی: الدین، جیسے ان ھدی اللّٰہ ھو الھدی، ای دین اللّٰہ۔

۴-الھدی: الایمان، جیسے الذین اھتدوا ای آمنوا۔

۵-الھدی: الدعا، جیسے ائمۃ یھدون ای یدعون۔

۶-الھدی: الکتب، جیسے امایا تینکم منی ھدی، ای کتب رسل

۷-الھدی: المعرفۃ، جیسے بالنجم ھم یھتدون ای یعرفون۔

۸-الھدی: النبی، جیسے انزلنا من البیت والھدی ای النبی۔

۹-الھدی: القرآن، جیسے لقد جاء ھم من ربھم الھدی ای القرآن

۱۰-الھدی: التوراۃ، جیسے آتینا موسیٰ الھدی ای التوراۃ۔

۱۱-الھدی: الاسترجاء، جیسے اولئك ھم المھتدون ای راجعون الی الحق

۱۲-الھدی: الحجۃ، جیسے کہ قرآن میں لایھدی القوم ای لا یؤتی الحجۃ

۱۳-الھدی: التوحید، جیسے ان نتبع الھدی معك ای التوحید۔

۱۴-الھدی: السنۃ، جیسے فبھداھم اقتدہ ای بالسنۃ۔

۱۵-الھدی: اصلاح، جیسے ان اللہ لا یھدی ای لا یصلح۔

۱۶-الھدی: الالھام، جیسے کل شی خلقہ ثم ھدی ای الھم۔

۱۷-الھدی: التوبۃ، جیسے اناھدنا الیک ای تبنا۔

۱۸-الھدی: الارشاد، جیسے ان یھدی السبیل ای ان یرشد۔

نوٹ: یہاں پر لفظ ھدی ایک لفظ ہے لیکن کئی معانی کا محتمل ہے جہاں بھی لفظ ھدی آیا اختلاف میں اضافہ ہوا۔ اندریں حالات قواعد عربیہ کے مطابق لفظ ھدی کا ایک معنیٰ تعین کرنا تاویل کا ہے تفسیر نہیں۔

سوال: مِنَ کا بیان البینٰت اور الھدیٰ ہے البینٰت سے مراد معجزات اور الھدیٰ سے مراد نبی ہے معجزات کا نزول تو ممکن ہے اور نبی کا نزول کیسے ممکن ہے؟

جواب: عالم ارواح محیط ہے عالم ناسوت کو اور عالم ارواح بلند ہے عالم ناسوت سے بنا بریں عالم ناسوت کیطرف عالم ارواح سے روح کا نزول ہوتا ہے اور نزول نبی بایں معنیٰ کہ ان کی روح کا نزول ہونا متحقق ہو گیا۔

جواب دوم: بعض تفاسیر میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام عالم ناسوت سے بلند تھے اور ان کو جب فاھبطو امنھا جمیعا کا حکم ہوا تو چونکہ حضور علیہ السلام حضرت آدم کی پشت میں تھے۔ اس لیے آپکا نزول ثابت ہوا۔ اتقان للسیوطی۔

تاویل اور تفسیر میں فرق

فرق اول: التفسیر یتوقف علی النقل المسموع والتاویل یتوقف علی الفهم الصحیح۔
تفسیر کا دارومدار نقل پر ہوتا ہے اور تاویل کا عقل سلیم پر ۔

فرق دوم: التفسیر تعیین معنی اللفظ بواسطة النقل بالقرآن اوسنة او اثر اوبواسطة التخریج من القواعد العربیة۔
کسی لفظ کا معنی قرآن، حدیث، آثار یا قواعد عربیہ کے مطابق متعین کرنا۔

التاویل: حمل اللفظ لمعان علیٰ بعضها بواسطة القواعد العقلیة الصحیحیة۔
قواعد عقلیہ کے مطابق چند معانی میں سے ایک معنی پر محمول کرنا۔

فرق سوم: التفسیر مالا یدرک الا بالنقل کاسباب النزول۔
تفسیر وہ ہے جس کا علم نقل کے بغیر حاصل نہ ہو جیسے شان نزول۔

التاویل: مایمکن ادراکه بالقواعد العربیة فهو مما یتعلق بالدرایه۔
تاویل وہ ہے جس کا علم قواعد عربیہ سے حاصل ہو۔

شرائط مفسر

مفسر وہ شخص ہوسکتا ہے جس میں دس شرطیں پائی جائیں۔

۱- قرآن کے مقاصد کو پہچانتا ہو۔

۲- ناسخ و منسوخ کو جانتا ہو۔

۳- آیات اور احادیث میں مطابقت کرنے پر قادر ہو۔

۴- آیتوں کے شان نزول سے واقف ہو۔

۵- آیتوں کی توجیہ کر سکے۔ یعنی قرآن مجید کی جو آیات عقلاً محال معلوم ہوتی ہیں ان کو حل کر سکے۔ مثلاً لوگوں نے حضرت مریم کو "یا اخت ھٰرون" کہا حالانکہ مریم اور ھٰرون علیہ السلام کے درمیان سینکڑوں برس کا فاصلہ ہے۔

۶- آیات میں محذوفات نکالنے پر قدرت رکھتا ہو یعنی بعض جگہ آیات کی پوری کی پوری عبارتیں محذوف ہوتی ہیں انکا لحاظ کئے بغیر ترجمہ نہیں ہو سکتا۔

۷- عرب کے محاورہ سے پورے طور پر واقف ہو۔

۸- مکی اور مدنی آیتوں کو جانتا ہو۔

۹- محکم اور متشابہ آیات کو جانتا ہو۔

۱۰- مختلف قرائتوں سے واقف ہو۔

مذکورہ بالا دس باتیں ہر مفسر قرآن کیلئے جاننا ضروری ہیں انکے بغیر قرآن کی تفسیر کرنا مشکل ہے۔

طبقات المفسرین

فائدہ: اس بات کا فائدہ یہ ہے کہ مناظرہ کے وقت مقابل کی تفسیر کے مقابلہ میں اپنی تفسیر کو ترجیح دی جائے اس بنا پر کہ ہماری تفسیر مقدم ہے یعنی مقدم مفسر سے تعلق رکھتی ہے اور آپکی متأخر مفسر سے۔

طبقہ اولیٰ

مفسرین متقدین صحابہ کرامؓ۔ قال القاضی اشتہر بالتفسیر من الصحابة عشرة۔ قاضی فرماتے ہیں صحابہ میں سے دس صحابہ تفسیر میں زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر ہو یا حدیث تمام صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء ثلاثہ میں سے سے حضرت علی شیر خدا سب سے زیادہ ناقل و راوی ہیں اسکی دو وجہیں ہیں۔

وجہ اول: صاحب اتقان نے فرمایا وكان سبب ذالك تقدم وفاتهم۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ پہلے وفات پاگئے تھے۔

وجہ دوم: چونکہ حضور علیہ السلام کا زمانہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے قریب رہا ہے۔ اور لوگوں کو اکثر مسائل یاد تھے اس لیے ان سے زیادہ سے زیادہ تفسیر وحدیث مروی ومنقول نہیں۔

طبقہ ثانیہ

قال ابن تیمیہ اعلم الناس بالتفسیر اھل مکہ۔ لانھم اصحب ابن عباسؓ کمجاھد وعطاً ابن رباح وعکرمۃ مولی ابن عباس وطأوس وسعید بن جبیرؓ وفی الکوفۃ۔ اصحب بن مسعود کالحسن وغیرہ ومن علمأ المدینہ زید بن اسلم۔

ان میں سے چار حضرات چار چیزوں میں شہرت رکھتے ہیں۔

مناسک حج میں عطاً ابن رباح

علم تفسیر میں حضرت سعید بن جبیرؒ

سیَر میں عکرمہ مولی ابن عباسؓ

مسائل حرمت وحل میں جسن، محمد بن کعب القرضی، ابوالعالیہ اور قتادہ کا فتوٰی مشہور ہے۔

مفسرین متاخرین کا طبقہ

سفیان بن عیینہ، وکیع بن جراح، شعبہ بن حجاج، یزید بن ھارون، ابوبکر شیبہ،

آدم بن ایاس، اسحٰق بن راھویہ، عبدالرزاق، روح بن عبادہ، عبد بن حمید۔

طبقہ ثانیہ

ابن جریر طبری۔ طبرستان کی طرف منسوب ہے۔ صاحب اتقان کہتے ہیں کہ کتابہ اجل التفاسیر واعظمہا وفیہا ان اعطینٰک الکوثر الخیر الکثیر کلہ۔ پھر ابن حاتم پھر ابن ماجہ پھر حاکم بن مرودیہ پھر ابو شیخ بن حبان۔ صاحب اتقان نے فرمایا ابن جریر کی تفسیر تمام تفسیروں سے اجل اور اعظم ہے اور اس میں ہے الکوثر سے مراد تمام خیر کثیر ہے۔

مشہور گروہ مفسرین

محدثین، متکلمین، اصولین، فقہاء، اھل لغت، ادبأ قراء، صوفیاء

محدثین: وہ جماعت ہے جو صرف ان روایات پر کمر بستہ ہے جو آیات قرآنیہ کے مناسب ہوں خواہ حدیث مرفوع ہو یا موقوف صحابی کا قول ہو یا اسرائیلی کا۔

متکلمین: وہ گروہ ہے جو اسماء صفات کے مطابق آیات کی تاویل کرتے ہیں۔ اور جس کو **تنزیہ** خدا کے موافق خیال نہیں کرتے انکے ظاہری معنی مراد نہیں لیتے بلکہ توجیہ کرتے ہیں۔ جیسے بیدہ الملک

اصولیین وفقہاء: وہ گروہ ہے جو کہ مسائل فقہیہ قرآن سے استنباط کرتے ہیں اور بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔

84693

اھل لغت: وہ گروہ ہے جو کہ قرآن کی لغات کی تشریح کرتے ہیں اور ہر محاورہ میں کلام عرب کی سند پیش کرتے ہیں۔

ادباء: یہ وہ گروہ ہے جو علم معانی وعلم بیان کی استعانت سے قرآن مجید کے نکتے بیان کرتے ہیں۔

صوفیاء: یہ وہ گروہ ہے کہ علم سلوک وحقائق کو قرآن مجید کی آیات سے ادنیٰ مناسبت ظاہری اور مناسبت باطنی سے استنباط کرتے ہیں۔ ان کی مشہور تفسیریں عرائس البیان، روح البیان اور روح المعانی ہیں۔

قراء: یہ وہ جماعت ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیتیں جو کہ آئمہ سے مسلسل چلی آرہی ہیں نہایت وضاحت اور تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

فوائد تفسیریہ

فائدہ اولیٰ: ترجموں میں غلطی سے بچنے کے لیے ان قواعد کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اخرج ابو شیخ عن الضحاک قال قال لی ابن عباس احفظ عنی کل شئ فی القرآن وما لھم من ولی ولا نصیر فھو للمشرکین۔

یعنی ضحاک فرماتے ہیں کہ جس جگہ آیت ما لھم الخ آئے اس سے مراد مشرکین کے اولیاء کی نفی ہو گی باقی رہے مومنین تو انکے انصار بھی ہیں اور شفعاء بھی ہیں آخری جملہ روایت یہ ہے فاما المومنون فما اکثر

انصارھم وشفعاءھم۔

فائدہ ثانیہ: عن سفیان بن عیینة قال کل شئ ومایدریك علم یخبربه وما ادراك فقد اخبربه۔ یعنی جہاں لفظ ومایدریک آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ماضی بعید میں نہیں خبر دیئے گئے اور جہاں ماادراك آئے تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ ماضی قریب سے قیامت کی خبر دیتے ہیں۔ اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ماضی بعید میں علم قیامت نہیں رکھتے تھے اور ماضی قریب میں ثبوت علم قیامت ہے۔

ذیل میں مفسرین کے اقوال نقل کیے جارہے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کس مفہوم سے تفسیر بالرای ناجائز ہے۔

علامہ قرطبی اندلسی متوفی نمبر 671ھ فرماتے ہیں کہ تفسیر بالرائے کی ممانعت کا یہ مطلب ہے "ان یکون له فی الشئ رای والیه میل من تبعه هواه بتأویل القرآن علیٰ وفق رایه وهوانه یحتج علیٰ تصحیح غرضه۔"

یعنی کسی معاملہ میں اس کی رائے ایک ہی ہو اور اسکی جانب خواہش نفس کی بنا پر اس کا طبعی میلان ہو اور وہ اپنی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے تاکہ غرض فاسد سے اسکی صحت پر استدلال کرسکے۔

تفسیر قرطبی جلد ا ص ۳۳

علامہ خازن فرماتے ہیں قال العلماء النهی عن القول فی القرآن بالرای انما ورد فی حق من یتاول القرآن علیٰ مراد نفسه

وھو تابع لھواہ۔

علماء فرماتے ہیں کہ تفسیر بالرائی سے ممانعت اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے جو اپنی خواہش نفس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے اور وہ اپنی خواہش کا تابع ہو اس کے بعد اسکی مثال یوں فرماتے ہیں۔

کما یحتج ببعض آیات القرآن علیٰ تصحیح بدعتہ وھو یعلم ان المراد بالآیات غیر ذالك لکن غرضه ان یلبس علیٰ خصمه لما یقوی حجته علیٰ بدعته کما یستعمله الباطنیه والخوارج وغیرھم من اھل البدعة فی المقاصد الفاسدہ۔

یعنی جیسے کوئی شخص اپنی بدعت کا جواز ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم کی بعض آیتوں سے استدلال کرے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ آیت کا مطلب کچھ اور ہے لیکن اسکی غرض اور ہے کہ وہ مقابل کو ایسی چیز سے دھوکہ دے جو اسکی بدعات کے دلائل کو مضبوط کرے جیسا کہ باطنیہ، خوارج اور دوسرے اھل ھوا اپنی اغراض فاسدہ کیلئے ایسا کرتے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ امام ابوبکر سے ناقل ہیں۔ حمله بعض اھل العلم ان الرأی معنی به الھویٰ۔ انقان جلد دوم ص ۱۸۰

بعض اھل علم اس کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ اس میں رائے سے مراد خواہش نفس ہے ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ تفسیر بالرای کا مطلب یہ

ہے کہ اگر کوئی شخص جو گمراہ فرقے سے تعلق رکھتا ہو اپنی گمراہی پر آیات قرآنیہ سے استدلال کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص عالم تبحر حدیث، لغت، صرف ونحو، معانی بیان وغیرہ سے بخوبی واقف ہو اور صحیح العقیدہ ہو تو اگر وہ قرآن مجید کی کسی آیت کا ایسا مفہوم بیان کرے جو اسلام کے مسلمہ اصولوں اور قواعد کے عین مطابق ہو مخالف نہ ہو اور قواعد زبان سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہو تو وہ مفہوم تفسیر بالرای میں داخل نہ ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر ص ۶ پر لکھتے ہیں۔

جس نے قرآن کریم کی تفسیر میں لغت اور شرح کے اعتبار سے اپنے علم کے مطابق گفتگو کی اس پر کوئی حد نہیں اس لیے کہ ان سلف صالحین اور بعد کے علماء سے تفسیر کے بہت سے اقوال معقول ہیں۔

لفظ قرآن کے متعلق تحقیق

لفظ قرآن میں چار مذہب ہیں۔

اول: یہ کہ یہ علَم ہے جس طرح کہ بعض کتب سماویہ کے نام ہیں۔

دوم: یہ کہ یہ وصف ہے۔

سوم: یہ کہ بعض آئمہ کے نزدیک یہ لفظ جامد ہے۔

چہارم: یہ کہ جمہور کے نزدیک یہ لفظ ''مشتق'' ہے۔

لفظ قرآن کے مشتق ہونے میں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: امام اشعری کا ہے امام اشعری کے نزدیک قرن سے مشتق ہے۔

امام فراء کے نزدیک ''قرائن'' سے مشتق ہے۔

زجاج اور لحیانی کے نزدیک لفظ قرآن مھموز ہے۔ یہ قول معتبر ہے۔ جن کے نزدیک لفظ قرآن مھموز ہے انکے دو مذھب ہیں۔

پہلا مذھب: زجاج کہتا ہے کہ قرآن قرء سے مشتق ہے اور قرء لغت میں بمعنی'' جمع '' آتا ہے صاحب اتقان نے تائیداً فصحا عرب کا محاورہ پیش کیا ہے''قرات الماء فی الحوض ای جمعته۔''

یعنی میں نے حوض میں پانی جمع کیا تو معلوم ہوا کہ قرء بمعنی جمع آتا ہے۔

لفظ قرآن کی وجہ تسمیہ

قرآن کا جامع ہونا تین وجہ سے ہے۔

وجہ اول: انما سمی قرآناً لانه جمع ثمرات الكتب السابقة المنزلة۔

اس کتاب کا نام قرآن اس لیے رکھا گیا کہ اس میں گذشتہ منزل کتابوں کے تمام نتائج اور علوم موجود ہیں۔

وجہ دوم: وقیل لانه جمع انواع العلوم كلها۔

یعنی اسکو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں تمام علوم کے انواع جمع ہیں۔

وجہ سوم: اکثر مفسرین نے بیان فرمایا کہ قرآن کو جامع اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں تمام اشیاء کا علم موجود ہے عام ازیں کہ اس علم کا تعلق علوم سے ہو یا کہ اس کے غیر سے۔

کل شیٔ فی القرآن۔ والقرآن یعلمہ الرسول

نتیجہ:

کل شی یعلمہ الرسول

اس تیسری وجہ تسمیہ کی تائید قرآن مجید، احادیث اور اقوال صحابہ بھی کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں وارد ہے۔

۱- مافرطنا فی الکتب من شی۔ ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی۔

۲- ونزلنا علیك الکتب تبیانا لکل شیء۔ یہ کتاب ہر چیز کو بیان کرتی ہے۔

۳- کل صغیر و کبیر مستطر۔ اس میں ہر چیز چھوٹی اور بڑی لکھی ہوئی ہے۔

۴- ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین۔
قرآن کریم میں ہر خشک اور تر چیز کا ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

فائدہ ثالثہ: اخرج ابن ابی حاتم عن سفیان کل مکر فی

القرآن فھو امر لہذا آیت مکروا اللہ ای امروا ابا للہ۔ واناہ خیر الماکرین ای الآمرین۔

فائدہ رابعہ: جس مقام پر لفظ الاسف آئے وہ بمعنی الحزن اور غضب ہوگا۔

الفرق بین الحزن والخوف۔ اگر کسی کو کسی کی جان کا غم ہو تو اسے حزن کہا جاتا ہے اور اگر اپنی جان کا خطرہ ہو تو اسے خوف کہا جاتا ہے۔ لاتحزن ان اللہ معنا۔ میں وضاحت ہوگئی کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنی جان کا ڈر نہیں تھا بلکہ حضور علیہ السلام ﷺ کی جان مبارک کا خوف تھا اور یہی حزن ہے۔ اسکی دلیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول وانی لیحزننی۔

البتہ فلما آسفونا انتقمنا۔ میں اسف کا معنی غضب ہے یعنی اغضبونا۔

فائدہ خامسہ: جہاں لفظ البروج آئے تو اس سے مراد کواکب ہوں گے مگر فی بروج مشیدہ میں بمعنی قصور ہے۔

فائدہ سابعہ: جہاں لفظ البر والبحر آئے تو بر سے مراد تراب یابس ہوگا اور بحر سے مراد پانی ہوگا۔ مگر ظھر الفساد فی البر والبحر میں بر سے مراد بریہ بمعنی آبادی ہے۔

جہاں پر لفظ البخس آئے تو اس سے مراد نقص ہے مگر ثمن بخس میں حرام ہے۔ جہاں لفظ البعل آئے تو اس سے مراد زوج ہے مگر الا تبدون بعلی ای منعماً جہاں لفظ الریب آئے تو اس سے مراد ابلیس اور اس کا لشکر مراد ہے مگر۔

اذا خلوالیٰ شیطینھم میں بمعنی انصار ہے۔

جہاں لفظ ''اصحب النار'' آئے تو اس سے مراد اھل النار ہے مگر وما جعلنا اصحب النار الاملئکۃً میں بمعنی خزنۃ النار ہے۔

جہاں لفظ الرجم آئے تو اس سے مراد القتل ہے۔ مگر لارجمنك میں بمعنی لاشتتیمنك ہے اور رجما بالغیب میں ظنا بالغیب ہے۔

جس جگہ لفظ حسرت آئے اس کا معنیٰ ندامت ہے مگر یجعل اللہ ذالك حسرۃ میں بمعنی حزناً ہے۔

جس مقام پر الزور آئے تو اس سے مراد الکذب مع الشرک ہے مگر منکرا من القول وزورا میں بمعنی کذباً مطلقاً ہے۔

البحث فی التفسیر بالرای

۱- قال النبی ﷺ من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطأ۔ ابوداؤد ترمذی

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کریم کی تفسیر میں اپنی رائے سے کام لیا اور اتفاق سے اس کی بات صحیح نکلی تو بھی اس نے غلطی کی قال النبی علیہ السلام من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار۔ جس نے قرآن کی تفسیر میں علم کے بغیر کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

پہلی حدیث کی صحت میں محدثین کو کلام ہے۔ کمافی روح المعانی جلد اص ۶

عن المدخل و التفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد اص ۴۲ تفسیر ابن کثیر جلد اص ۵۔

اس کی سند کے ایک راوی سہیل بن حزم پر بعض ناقدین نے جرح کی ہے۔ امام بخاریؒ، نسائی، ابوحاتم نے "لیس بقوی" اور یحیٰ بن معین نے ضعیف کہا۔ یحیٰ بن معین سے اس کے بارے میں صالح کا لفظ بھی منقول ہے۔ (میزان الاعتدال) دوسری حدیث میں کلام نہیں وہ صحیح ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی رائے سے قرآن کریم کی تفسیر کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ ہر ہر آیت کی تفسیر حضور علیہ السلام سے منقول نہیں۔ حالانکہ ہر آیت کی تفسیر میں کسی نہ کسی صحابی، تابعین یا تبع تابعین سے کوئی قول ضرور منقول ہے۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور درمنثور سے معلوم ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جن آیتوں کی تفسیر حضور علیہ السلام نے بیان نہیں فرمائی۔ صحابہ کرام تابعین کرام اور آئمہ کرام نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ایسی آیتوں کی تفسیر فرمائی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تفسیر بالرای مطلقاً ناجائز نہیں۔

احادیث طیبہ

ترمذی شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا

کتب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم و خبر ما بعد کم و حکم مابینکم۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے صحابہ نے عرض کیا ان سے نجات کس طرح ہو گی آپ نے فرمایا قرآن مجید کے ذریعے اس قرآن میں پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور جو تمہارے بعد آئیں گے انکی بھی خبریں ہیں اور قرآن میں تمہارے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔

اقوال صحابہ کرام

حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا لو ضاع عقال بعیری لوجدتہ فی کتٰب اللّٰہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن پاک سے حاصل کرلوں گا۔ اتقان میں ہے بعض صحابہ کرامؓ نے لن یؤخر اللّٰہ نفسا اذا جاء اجلھا سے سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک معلوم کر لی۔

فوائد

فائدہ نمبر۱: ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ تمام اشیاء کا علم قرآن مجید میں ہے اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور علیہ السلام ہر پوشیدہ چیز اور اسرار سے واقف ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بمنزلہ استاد کے حضور علیہ السلام بمنزلہ شاگرد کے اور قرآن کریم بمنزلہ کتاب کے اور یہ واضح ہے کہ متعلم کامل ہو اور معلم بھی کامل اور علیم و رحیم ہو اور کتاب بھی کامل و اکمل ہو تو متعلم پر کتاب کا کوئی پہلو بھی مخفی نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ الرحمٰن علم القرآن خلق

الانسان ای محمداً۔ البیان اس فائدہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام مغیبات عام ازیں کہ خمسہ ہوں یا ان کا غیر ان سب کے آپ عالم ہیں۔

منطقی طور پر یوں کہا جاسکتا ہے۔

علم ما کان و ما یکون فی القرآن (صغریٰ): والقرآن یعلمہ الرسول (کبریٰ)

نتیجہ:

علم ما کان و مایکون یعلمہ الرسول

اس کا صغریٰ بھی مدلل اور شکل اول کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں لہذا ہمارا مدعا کہ آپ کو ما کان و ما یکون کا علم ہے ثابت ہو گیا۔ اس کا انکار معاند، ہٹ دھرم اور ضدی ہی کرسکتا ہے۔ اس لیے کہ شکل اول بدیہی الانتاج ہے اور بدیہی کا انکار کرنیوالا معاند ہوتا ہے۔

علم وقت الساعۃ فی القرآن - والقرآن یعلمہ الرسول

علم وقت الساعۃ یعلمہ الرسول

مذہب دوم

مذہب دوم یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن۔ قرأت سے مشتق ہے قرآن بمعنی مقروٗ ہوگا۔

وجہ تسمیہ: تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں فرق ہے۔ قرآن پڑھا ہوا

ہے۔ اور باقی کتابیں لکھی ہوئی ہیں یعنی لکھی ہوئی نازل ہوئیں۔ اس لیے لکھی ہوئی چیز کا مفہوم متعین ہوتا ہے۔ بخلاف پڑھی ہوئی چیز کے کہ اس کا مفہوم مختلف ہوتا ہے بوجہ تبدیلی لھجہ کے مثلاً حضرت ابراہیم کا قول، ھذا ربی۔

صاحب برھان فرماتے ہین کہ قرآن کے نوے نام ہیں۔

مناھل العرفان جلد ۱ص۸ پر مصنف نے صاحب البرھان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قد تجاوز حدود التسمية فبالغ بعد تها خمسة و خمسين واسرف غيره ذالك حتى بلغ بها نيفا وتسعين۔

یعنی صاحب برھان نے حدود تسمیہ میں مبالغہ کیا اور اس کے نام پچپن ذکر کیے اور اس کے غیر نے تو یہاں تک اسراف کیا کہ اس کے نوے سے بھی زیادہ نام ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی صاحب مناھل العرفان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' کہ جس قدر زیادہ نام ہوں گے برکت میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ کیونکہ اسماء کی زیادتی برکت کی زیادتی کی موجب ہوتی ہے۔

فائدہ ثالثہ: جو لوگ تعدد اسماء کے قائل ہیں ان کے نزدیک قرآن ذاتی اسم ہے باقی صفاتی۔

فائدہ رابعہ: حكى المظفرى فى تاريخه قال لما جمع ابوبكر القرآن قال سموه انجيلاً فكرهوه قال بعضهم

سموہ سُفرا۔ فکرہوہ من یہود. فقال ابن مسعودؓ رایت فی الحبشة کتابا یدعونه المصحف فسموہ به۔ قلت اخرج ابن ابی شیبة فی کتب المصاحف من طریق موسیٰ بن عقبة عن ابن شهاب قال لما جمعو القرآن فکتبوہ فی الورق قال ابوبرد التمسوا له اسماً فقال بعضهم السفر فقال بعضهم المصحف فان الحبشة یسمونه المصحف وکان ابوبکر اول من جمع کتب اللّٰه وسماہ المصحف۔

الاتقان جلد ا ص ۵۱

فائدہ خامسہ: التوراۃ

التوراۃ مشتق من "وری الزند" وهوما یظهر منه النور والضیاء فسمیت التوراۃ بذالك لانه قدظهر به النور والضیاء لبنی اسرائیل ومن تابعهم۔ واختلفوا فی اشتقاق التوراۃ۔

فقال الفراء – هی فی الاصل تورية فصارت اليأ الفاً وقال الخلیل۔ وزنها ․فوعلة واصلها وورية ولکن الواو الاولیٰ قلبتِ تاء کما قالوا تولج اصله وولج قلبت الیاء الفالتحرکها والفتحة ماقبلها فصارت التوراۃ وکتبت بالیاء علیٰ اصل الکلمة۔

الانجیل: قال الزجاج هوافعیل من النجل بمعنی الاصل۔

وجہ تسمیہ: وانما سمی الانجیل انجیلاً لانہ اظہر الدین بعد ما درس وقد سمی القرآن انجیلاً

فائدہ سادسہ:

پہلے گزر چکا ہے کہ قرآن پاک جامع العلوم ہے تفسیر اتقان میں ایسے کئی علوم کی نشان دہی کی گئی ہے جن کا اثبات قرآن کریم کی آیات سے کیا گیا ہے۔

مثلاً گزشتہ زمانہ کے حالات اور سابقہ امم کے واقعات کا علم تاریخ وقصص کا علم ہے۔ جو قرآن کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔

علم تعبیر: علماء نے قولہ تعالیٰ، بقرات سمان اور صاحبی السجن اور ''رائیت احد عشر'' کو کہا سے علم تعبیر مستنبط کیا ہے۔

علم ھندسہ: انطلقوا الی ظل سے علم ھندسہ مستنبط کیا ہے۔

علم مناظرہ: قال ربی الذی یحیی ویمیت سے علم مناظرہ کا استنباط ہے۔

علم تعمیرات: واصنع الفلک سے علم تعمیرات مستنبط کیا۔

ان کے علاوہ بیشمار علوم مستنبط کئے گئے ہیں۔ تفسیر اتقان میں وضاحت سے مذکور ہیں۔

فائدہ سابعہ: انزال اور تنزیل مین فرق

انزال کا معنیٰ ہے کسی شئی کا یکبارگی اتارنا۔

اور تنزیل کا معنیٰ ہے کسی شئی کو تدریجاً اتارنا۔

قرآن مجید انزال اور تنزیل دونوں طریقوں سے نازل کیا گیا ہے۔

انزال کی مثال: انا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر

تنزیل کی مثال: انا نحن نزلنا الذکر

سوال: انزال اور تنزیل دونوں ضدیں ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن دونوں طریقوں پر نازل ہوا ہو اس بنا پر تو اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔

جواب: اجتماع ضدین مختلف اعتبارات سے جائز ہے چنانچہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کا مفہوم بایں اعتبار ہے کہ ہم نے لوح محفوظ سے سماء دنیا پر نازل کیا۔ اور انا نحن نزلنا الزکر کا مفہوم بایں اعتبار ہے کہ سماء دنیا سے آہستہ آہستہ حالات کے تقاضوں کے مطابق دنیا پر اترتا رہا

فائدہ ثانیہ: قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں ہے بلکہ لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق و موافق ہے۔ جب جبرائیل کوئی آیت لائے تو آپ کاتبین وحی کو فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد لکھو اس لیے کہ آپکے سامنے لوح محفوظ ہوتی تھی اسے دیکھ کر اس کے مطابق آیت لکھواتے تھے۔

علامہ رومی فرماتے ہیں

لوح محفوظ است پیش اولیاء
ورچہ محفوظ است محفوظ از خطاً

وحی کی بحث

قرآن پاک بذریعہ وحی نازل کیا گیا بنابریں وحی کی بحث کی جاتی ہے اولاً وحی کے معانی اور ثانیاً وحی کی صورتیں بیان کی جائیں گی۔

وحی کے چار لغوی معنیٰ ہیں اور ایک اصطلاحی

۱- وحی کا پہلا معنیٰ اشارہ کرنا جیسے فاوحی الیھم ان سبحوہ بکرۃ وعیشا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے انہیں اشارہ کیا کہ صبح وشام اللہ کی تسبیح کیا کریں۔

۲- وحی بمعنی الہام جیسے واوحینا الی ام موسیٰ۔

۳- تیسرا معنیٰ اپنی طبعی اور غریزی فرائض کی انجام دہی کیلئے کسی کو فطری طور پر اپنے خالق کیطرف سے جو ہدایت ملتی ہے اسے وحی کہا جاتا ہے۔ جیسے

واوحی ربك الی النحل

کسی کو پراسرار طریقے سے کسی امر کی تعلیم دینا وحی کہلاتا ہے۔

شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض۔

اصطلاحی معنیٰ

وحی اللّٰہ الی انبیاءہ ھو ما یلقیہ الیھم من العلم الضروری الذی یخفیہ عن غیر ھم بعد ان یکون اعد اروا حھم

لیلقیہ بواسطۃ الملک اوبغیر واسطۃ۔ المنار، القرطبی

اس علم یقینی اور قطعی کو وحی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں سے پوشیدہ طور پر اپنے انبیاء کے دلوں پر القا فرماتا ہے۔ جن ارواح طیبہ کو اس نے پہلے سے اس علم کو قبول کرنے کیلئے تیار کیا ہوتا ہے یہ القا کبھی فرشتے کیواسطے سے ہوتا ہے اور کبھی بغیر واسطہ کے۔

وحی کی صورتیں

وحی کی آٹھ صورتیں ہیں۔ سات کا ثبوت تو احادیث و تفاسیر سے ملتا ہے۔

۱۔ وحی خواب میں ہو۔

۲۔ دل پر القا ہو۔

۳۔ آواز جرس کی طرح آئے۔

۴۔ فرشتہ بشکل انسان مرد بن کر کلام ربانی سنائے۔

جیسا کہ حضرت جبرائیل وحیہ کلبی کی شکل میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں آتے تھے۔

۵۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا اپنی اصل شکل میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا۔

۷۔ بحالت بیداری اللہ تعالیٰ کا کلام سنا جائے خواہ پس پردہ جیسا کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا یا بالمشافہ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے معراج کی رات بغیر حجاب اللہ تعالیٰ کا

کلام سنا۔

۸۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اتقان میں وحی کی درج ذیل صورت ذکر کی ہے۔

ان النبی ﷺ انخلع من الصورۃ البشریۃ الی الصورۃ الملکیۃ واخذہ من جبرائیل۔

یعنی نبی علیہ السلام صورت بشریہ سے صورت ملکیہ کی طرف منخلع ہو کر جبرائیل سے وحی حاصل کرتے تھے۔

فائدہ: حدیث بھی وحی خداوندی ہے جس طرح کہ قرآن مجید وحی الہٰی ہے۔

قرآن اور حدیث کی وحی میں فرق

ان میں فرق یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور حدیث کے معانی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن الفاظ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ آپکی طرف سے یعنی جو مفہوم اللہ کی طرف سے نبی ﷺ پر القاء ہوتا تھا اسے آپ اپنے الفاظ میں بیان کریں تو وہ حدیث ہے۔

س: یہ قانون ہے کہ مفید اور مستفید کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہے اگر مناسبت نہ ہو تو افادہ اور استفادہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان معلم حیوان نہیں ہے اب اس بات کی وضاحت کی جائے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کونسی مناسبت ہے جس کی بنا پر افادہ و استفادہ ہو۔

ج: علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں تو کلام الٰہی کے خوف کی وجہ سے آسمان میں سخت زلزلہ آتا ہے جس کی وجہ سے تمام آسمان والے بیہوش ہو جاتے ہیں سب سے پہلے حضرت جبرائیل کو افاقہ ہوتا ہے پھر ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے۔ (اتقان جلد اول)

علامہ سیوطی کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل صورت ملکیہ سے صورت حقیہ کی طرف منخلع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں وحی الٰہی کے استفادہ کی استعداد پیدا ہو جاتی تھی۔

یا اللہ تعالیٰ آواز کو پیدا فرماتا ہے جسے جبرائیل سن لیتا ہے۔

لفظ قرآن کا اصطلاحی معنیٰ

اس سے قبل لفظ قرآن کا لغوی معنیٰ بیان ہوا۔ اب اس کا اصطلاحی معنیٰ بیان ہوگا۔

ہو الکلام المعجز المنزل علی محمد ﷺ المکتوب فی المصاحف المنقول بالتواتر المتعبد بتلاوته۔

قرآن پاک وہ کلام معجز ہے جو حضور علیہ السلام پر نازل کیا گیا صحیفوں میں لکھا ہوا ہے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اس کا پڑھنا عبادت اور کار ثواب ہے۔ مشاہیر مفسرین نے قرآن پاک کی تعریف اسی طرح کی ہے۔

کلام اللّٰہ

اب ہم کلام اللہ کی تحقیق کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے قبل تمہید ہے وہ یہ کہ کلام بمعنی ''متکلم بہ'' ہے۔ مایتکلم بہ قلیلا او کثیرا۔ یہاں کلام حاصل بالمصدر ہے۔

کلام انسان دو قسم پر ہے۔ **کلام لفظی** اور **کلام نفسی**

صاحب روح المعانی نے کلام لفظی کی یوں تعریف کی ہے۔

کلام لفظی: فعل الانسان باللسان - انسان کا وہ کام جو زبان سے ہوتا ہے۔

کلام نفسی: فعل قلب الانسان و نفسہ - دل اور نفس کا کام کلام نفسی ہے اس پر قرآن و حدیث کی اکثر آیات مبارکہ شاہد ہیں:

۱- ارشاد باری تعالیٰ واذکر ربك فی نفسك: اپنے رب کا اپنے نفس میں ذکر کر

فاسرھا یوسف فی نفسہ: پس چھپایا اسکو یوسف علیہ السلام نے اپنے نفس میں حدیث شریف میں ہے فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی۔ اگر میرا بندہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرے گا تو میں بھی اپنے نفس میں اس کا ذکر کروں گا۔ ذکر النفس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت جو کلام ہے وہ کلام نفسی

ہے نہ کہ کلام لفظی -- یہ صاحب روح المعانی کا مختار مذہب ہے۔

صاحب روح المعانی اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الکلام النفسی ازلیتہ لیس من جنس الحروف والاصوات والالفاظ اصلا۔

یعنی کلام نفسی صفت ازلیہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے حروف اصوات اور الفاظ کی جنس سے بالکل نہیں ہے۔

فائدہ: علم کلام کی بعض کتابوں میں جو کہا گیا ہے۔ کہ کلام لفظی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ کلام لفظی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے غیر اللہ کی مخلوق نہیں ہے یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام نفسی پر دال ہے۔ (اس کو ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں بیان کیا ہے)

کلام میں مذاہب

کلام میں تین مذہب ہیں

۱- اشاعرہ: اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام دو قسم پر ہے۔

کلام نفسی اور کلام لفظی

کلام نفسی کی تعریف گزر چکی ہے اب کلام لفظی کی تعریف درج ذیل ہے۔

کلام لفظی: کلام لفظی وہ نظم ہے جو کہ حادث ہے اور اصوات وحروف سے مرکب ہے کلام نفسی کی مترجم ہے یعنی کلام نفسی کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسرا مذہب معتزلہ کا

معتزلہ: معتزلہ کے نزدیک کلام نفسی خدا کی صفت نہیں ہے بلکہ کلام لفظی خدا کی صفت ہے جو کہ حادث ہے اور غیر کے ساتھ قائم ہے جیسے

شجرہ، جبرائیل، رسول، لوح محفوظ

تیسرا مذہب مبتدعہ حنابلہ کا

حنابلہ: اللہ تعالیٰ کی صفت کلام لفظی ہے قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

مسئلہ خلق قرآن

قرآن اگر عبارت ہو تو کلام نفسی سے یہ غیر مخلوق ہے ہمارے دلوں میں محفوظ ہے۔ زبانوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے کانوں کے ساتھ سنا جاتا ہے۔

مصاحف: قلوب-زبانوں اور کانوں میں حلول کرنے والا نہیں اور اگر عبارت ہو کلام لفظی سے تو قرآن مخلوق ہے یہی مذہب امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ اور حنابلہ مبتدعین قرآن کو بحیثیت کلام لفظی کے بھی غیر مخلوق، اوراق، نقوش وغیرہ کو بھی غیر مخلوق اور قدیم مانتے ہیں۔

مسئلہ صفات

چونکہ کلام کی بحث ہو رہی تھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ کے متعلق کچھ وضاحت کی جائے صفات باری تعالیٰ جل شانہ دو قسم پر ہیں۔

ذاتیہ - فعلیہ

ذاتیہ اور فعلیہ کی تعریف میں تین مذہب ہیں۔

معتزلہ: معتزلہ کہتے ہیں کہ صفات فعلیہ وہ ہیں جن میں نفی و اثبات جاری ہو جیسے خلق لفلان ولدا۔ لم یخلق لفلان ولدا۔

ذاتیہ: ذاتیہ وہ ہیں جن میں نفی و اثبات نہ ہو سکے۔ جیسے علم، قدرت، حیات یہ نہیں کہا جا سکتا۔ لم یعلم کذا۔ لم یقدر علیٰ ذالك

اس بنا پر معتزلہ کے نزدیک ارادہ اور کلام صفات فعلیہ میں سے ہیں۔

اشاعرہ: دوسرا مذہب امام اشعری کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس کی نفی سے نقیض لازم آئے وہ صفات ذاتیہ سے ہے مثلاً حیات کی نفی کی جائے تو موت لازم آئے گی اور قدرت کی نفی کی جائے تو عجز لازم آئے گا۔ لہذا قدرت اور حیات صفات ذاتیہ ہیں۔

فعلیہ: جس کی نفی سے نقیض لازم نہ آئے وہ صفات فعلیہ سے ہے جیسے احیاء اماتت خلق، رزق، انکی نفی سے نقیض لازم نہیں آتی لہذا یہ صفات فعلیہ ہیں۔

ارادہ صفات ذاتیہ سے ہے اسی طرح کلام بھی صفات ذاتیہ سے ہے کیونکہ اس کی نقیض کی نفی سے خرس لازم آتا ہے۔

تیسرا مذہب

ہمارے نزدیک ہر وہ صفت جس کے ساتھ خدا موصوف ہو سکے اور اس کی

نقیض بھی تو وہ صفات فعلیہ سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ رافت کے ساتھ متصف ہے اور اسکی نقیض کے ساتھ یعنی سخط کے ساتھ بھی متصف ہے۔

صفات ذاتیہ

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ آٹھ ہیں۔

علم، قدرت، سمع، بصر، کلام، ارادہ، تکوین، حیات، صفات فعلیہ تخلیق، ترزیق، اماتت، احیاء، وغیرہ

ہمارے نزدیک اللہ کی صفات ازلیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور یہ صفات نہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں اور نہ غیر۔ کیونکہ اگر عین ہوں تو غیر کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر غیر ہوں تو تکثر قدماء لازم آتا ہے۔

جمع وترتیب قرآن

سابقاً ہم بتا چکے ہیں کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں ہے بلکہ لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے آپ پر جس وقت قرآن حکیم کا نزول ہوتا تھا تو آپ اسے کھجور کے پتوں، ہڈیوں اور چمڑوں کے ٹکڑوں پر لکھواتے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کو کتابی شکل نہیں دی۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس وقت چونکہ صحابہ کرام کو قرآن مجید زبانی یاد تھا اور وہ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ تو ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی کہ اسے کتابی شکل دی جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ نزول قرآن چونکہ مکمل نہ ہوا تھا اس لیے کتابی

شکل نہ دے سکے۔ نزول قرآن کی تکمیل حضور علیہ السلام کے وصال سے چند دن پہلے ہوئی۔ اور اس کے بعد جب آپکا وصال ہوا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ مسند خلافت پر فائز ہوئے تو آپؓ نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی کے لیے لشکر اسلام بھیجا۔ ایک روایت کے مطابق سات سو قاری یا صرف 70 ستر قاری وحفاظ شہید ہو گئے۔

حضرت عمرؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ اگر اسی طرح جنگیں ہوتی رہیں تو قرآن کے اکثر حصہ کا ضائع ہو جانا یقینی ہے۔ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ قرآن کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکم دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں وہ کام کس طرح کر سکتا ہوں جسکو حضور علیہ السلام نے نہیں کیا حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ اچھا کام ہے اسے ضرور کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کے بار بار اصرار پر حضرت ابوبکر نے حضرت زید بن ثابتؓ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے انتہائی کوشش فرما کر ایک نسخہ تیار کیا اور وہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہوا تو وہ نسخہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا جب آپکا انتقال ہوا تو وہ نسخہ حضرت حفصہؓ بنت عمر کے پاس پہنچا جب حضرت عثمان غنی سند خلافت پر متمکن ہوئے تو آرمینیہ کی فتح کے لیے لشکر اسلام بھیجا واپسی پر حضرت حذیفہ بن یمان نے حضرت عثمان غنی کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں نے قرآن مجید میں اختلاف

شروع کر دیا ہے۔ اس صورت حال کو روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے وہ نسخہ منگوایا اور لغت قریش میں قرآن مجید کو جمع کروایا۔

بایں معنیٰ کہ حضرت عثمان غنی نے قرآن کو لغت قریش میں جمع کروایا آپ کو ''جامع القرآن'' کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں سب سے پہلے قرآن کو جمع کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وجہ اختلاف

وجہ اختلاف دو ہیں۔

اول: یہ کہ قرآن مجید تحریر کراتے وقت حضور علیہ السلام جو تفسیری نوٹ لکھواتے تھے بعض صحابہؓ نے ان تفسیری کلمات کو قرآن سمجھنا شروع کر دیا اور بعض انکے ساتھ اختلاف رکھتے تھے۔

قرآن مجید چونکہ لغت قریش میں نازل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری لغت والوں کی سہولت کے لیے اپنی اپنی لغت میں پڑھنے کی اجازت دیدی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قبیلہ بنی سعد والے ''مضارع معلوم'' کے حروف ''اتین'' کو مکسور پڑھتے تھے۔ جیسے یِعلمُون تِعلمون اور لغت قریش میں انہیں مفتوح پڑھا جاتا ہے۔ جیسے یَعلمون ۔تَعلمون۔ بنی سعد والے قریشیوں کو محرف قرآن سمجھنے لگے اور قریشی بنی سعد کو محرف قرآن سمجھنے لگے۔ حالانکہ یہ

اختلاف ایسا نہیں تھا کہ اس کی بنا پر کسی کو محرف قرآن کہا جاتا لیکن چونکہ انھوں نے اس اختلاف کو اہمیت دی تھی اس لیے حضرت عثمان نے لغت قریش میں جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کے مختلف نسخے ملک کے صوبوں میں بھجوائے اور فتنے کے انسداد کے لیے تفسیر والے صحیفے جلا دیئے۔ (خازن)

فائدہ

کتابی شکل میں جمع قرآن کا اہتمام حضرت پیغمبر مصطفیٰ ﷺ کے بعد ہوا اور باتفاق صحابہ سے مستحسن سمجھا گیا۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ بدعت جو کہ حسنہ ہو اور اس سے دین کو فائدہ پہنچے تو اس کا کرنا جائز ہے اور اتباع صحابہ کا عملی ثبوت ہے۔

باب معرفہ اول منزل و آخر منزل

(سب سے پہلے اور آخر میں کیا نازل ہوا)

اس مسئلہ میں چار مذاہب ہیں

اکثر صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ''اقرأ باسم ربك الذی خلق تا مالم یعلم سب سے پہلے یہ آیات نازل کی گئی۔

جیسا کہ حدیث شریف کی معتبر اور بلند پایہ کتاب بخاری شریف میں موجود ہے۔

ترجمہ: حدیث بیان کی ہم کو بکیر نے انھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو لیث نے عقیل سے روایت کی انھوں نے ابن شہاب سے۔ انھوں نے عروہ بن زبیر سے انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے انھوں نے فرمایا۔ کہ حضور

اکرم ﷺ پر وحی نازل ہونے کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی جو خواب بھی آپ دیکھتے اس کی تعبیر میں صبح روشن کی طرح کوئی اشتباہ نہیں ہوتا تھا۔ پھر آپکے دل میں خلوت نشینی کی محبت ڈال دی گئی اور آپ غار حرا میں خلوت اختیار فرمانے لگے اور اس خلوت کے لیے توشہ لے جاتے تھے پس وہاں پر تحنث (عبادت) فرماتے' چند شبانہ روز تک جبتک دل اپنے اہل خانہ کی طرف مائل نہ ہوتا۔ توشہ ختم ہونے پر حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور اتنی مدت کے لیے پھر توشہ لے جاتے یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی جبکہ آپ غار حرا میں تھے اس طرح کہ فرشتہ نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''پڑھیے'' پس آپ نے فرمایا میں نے جواباً کہا۔ میں تو نہیں پڑھتا '' آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھے پکڑ کر دبوچا یہاں تک کہ اپنی قوت صرف کر دی پھر مجھے چھوڑ کر کہا ''پڑھیے'' یہاں تک کہ اپنی قوت صرف کر دی پھر مجھے چھوڑ کر کہا۔ پڑھیئے۔ تو میں نے جواب دیا '' کہ میں نہیں پڑھتا''۔ آپ نے فرمایا فرشتہ نے پھر مجھے پکڑ کر تیسری مرتبہ دبوچا پھر چھوڑ کر کہا۔ اقرء باسم ربك الذی خلق۔ الخ سورۃ اقرأ کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ پس ان آیات کیساتھ نبی علیہ السلام واپس ہوئے دراں حالانکہ آپ کا دل دھڑک رہا تھا اور حضرت خدیجہؓ سے اس قصہ کی خبر دیکر فرمایا۔ بے شک مجھے اپنے متعلق اس رسوائی کا قوی خطرہ ہے کہ بار نبوت برداشت نہیں ہو سکے گا۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے عرض کی کہ ہرگز نہیں قسم باخدا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ

ہرگز نہ رسوا کریگا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ اور پیش آنے والی حق باتوں میں لوگوں کی دستگیری فرماتے ہیں پھر آپکو حضرت خدیجہؓ لے کر چلیں یہاں تک کہ آپکے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں جو حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے اور ایسے انسان جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں نصرانی دین اختیار کیا تھا۔ اور عبرانی لکھنا جانتے تھے انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے جتنا کہ اللہ کو منظور ہوتا تھا بڑھاپے میں درازعمر پا کر نابینا ہو گئے۔ پھر ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ اے میرے چچا زاد بھائی اپنے برادر زادہ سے واقعہ سنیئے۔ تو آپ سے ورقہ بن نوفل نے کہا اے میرے برادر زادے آپ نے کیا دیکھا اس پر حضور علیہ السلام نے ان کو اپنا چشم دید واقعہ سنایا۔ تو انھوں نے آپ سے کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اے کاش میں ظہور نبوت کے ایام میں کبھی جوان ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ رہتا۔ جبکہ آپ کو آپکی قوم نکالے گی یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میری قوم مجھے نکالے گی۔ انہوں نے کہا ہاں۔ جب کبھی کوئی مرد آپ کی طرح شریعت لیکر تشریف لائے تو ان سے بالضرور عداوت کی گئی۔ اور اگر میں آپ کے زمانہ دعوت میں زندہ رہا تو آپکی قوی مدد کروں گا پھر اس واقعہ کے بعد زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ ورقہ کی وفات ہوگئی اور نزول قرآن کچھ زمانہ کے لیے ملتوی ہوگیا۔

صحیح بخاری شریف (باب کیف کان بدء الوحی)

دوسرا مذہب

ابوسلمہ نے حضرت جابر سے پوچھا کہ سب سے پہلے کونسی سورت نازل ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ یاایھا المدثر (بخاری) مذہب اول والوں نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:۔

جواب اول

حضرت جابرؓ سے ابوسلمہ نے سورت کے متعلق سوال کیا نہ کہ آیت سے اور یہ امر واقع ہے کہ تمام سورتوں میں سے سب سے پہلے سورۃ مدثر اتری۔ باقی رہا اقرأ باسم ربك تا مالم یعلم۔ تو اس پر سورۃ مدثر مقدم نہیں کیونکہ یہ سورت نہیں بلکہ چند آیات ہیں۔

جواب دوم

نبوت کے ثبوت کے لیے سب سے پہلے سورۃ اقراء نازل ہوئی اور رسالت کے ثبوت کے لیے سب سے پہلے سورۃ مدثر نازل ہوئی۔

تیسرا مذہب

یہ کہ سب سے پہلے سورۃ فاتحہ نازل ہوئی جیسا کہ عمرو بن شرجیل کا قول ہے

جواب: یہ ہے کہ یہ قول ابتداء اضافی یا عرفی پر محمول ہے۔ یعنی اقراء اور مدثر کے بعد باقی سورتوں سے پہلے نازل ہوئی۔

چوتھا مذہب

چوتھا مذھب ابن نقیب کا ہے وہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی۔

جواب :اس کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو اولیت بالتبع حاصل ہے اور اقرأ کو اولیت اصالتاً حاصل ہے کیونکہ نزول سورت کیلئے نزول بسم اللہ ضروری ہے یہ اتقان میں ہے۔

وآخر ما نزل

تمام سورتوں کے نزول کے بعد سورۃ مومنون نازل ہوئی۔

فائدہ: یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ ترتیب قرآن لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے اب ہم نے یہ بتانا ہے کہ ترتیب نزول کسطرح تھی۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اتقان جلد اول ص ۲۵ میں لکھا ہے۔

کہ حضرت جابرؓ بن زید جو تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے سورۃ علق نازل ہوئی اور باقی سورتیں بعد میں نازل ہوئیں۔

علق٠ مزمل٠ مدثر٠ فاتحہ٠ لہب٠ تکویر٠ اعلیٰ٠ لیل٠ فجر٠ والضحیٰ٠ انشراح٠ العصر٠ العادیات٠ الکوثر٠ التکاثر٠ الماعون٠ الکافرون٠ فیل٠ فلق٠ الناس٠ اخلاص٠ النجم٠ عبس٠ القدر٠ الشمس٠ البروج٠ التین٠ القریش٠

القارعة ۔ القیامۃ ۔ ھمزہ ۔ المرسلٰت ۔ ق ۔ بلد ۔ القمر ۔ اعراف ۔ جن ۔ یٰسین ۔ فرقان ۔ فاتحہ ۔ کھیعص ۔ طٰہٰ ۔ واقعہ ۔ شعراء ۔ طٰس ۔ نمل ۔ طٰسٓمٓ ۔ قصص ۔ بنی اسرائیل ۔ یونس ۔ ھود ۔ یوسف ۔ حجر ۔ انعام ۔ الصٰفٰت ۔ لقمان ۔ سبا ۔ زمر ۔ المؤمن ۔ سجدہ ۔ دخان ۔ جاثیہ ۔ ذاریت ۔ خاشعہ ۔ کھف ۔ حٓمٓعسٓقٓ ۔ تنزیل ۔ انبیاء ۔ النحل ۔ نوح ۔ طور ۔ مومنون ۔ الملک ۔ الحاقہ ۔ النباء ۔ النازعات ۔ انفطار ۔ انشقاق ۔ روم ۔ عنکبوت ۔ تطفیف ۔ بقر ۔ آل عمران ۔ انفال ۔ احزاب ۔ ممتحنہ ۔ النصر ۔ نور ۔ حج ۔ منافقون ۔ مجادلہ ۔ حجرات ۔ تحریم ۔ جمعہ ۔ تغابن ۔ صف ۔ فتح ۔ توبہ۔ **فتح سے لیکر توبہ تک** سورتیں مدنیہ ہیں۔

اس ترتیب کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

فی ھذا الترتیب نظر

اس ترتیب پر میرا اعتراض ہے مزید تفصیل کے لیے اور دوسری ترتیب نزول کے ملاحظہ کیلئے تفسیر اتقان جلد اول ص ۲۵ پر دیکھا جائے۔

فائدہ نمبر۲: متقدمین اور متاخرین نے تصریح فرمائی ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات اور سورتیں ایسی ہیں جن کا نزول مکرر ہوا۔ ابن حصار نے کہا کہ سورۃ نحل کے خواتیم اور سورۃ روم کا اول دو مرتبہ نازل ہوا۔ اور ابن کثیر نے

کہا کہ آیت روح دو مرتبہ نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ سورۃ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوئی اور بعض نے کہا ما کان لنبی والذین معہ۔ علامہ زرکشی نے کہا کہ آیت روح کے علاوہ اقم الصلوٰۃ طرفی النھار اور سورۃ اسراء اور سورۃ ھود مکرر نازل ہوئی۔

تکرار نزول کی وجہ

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ منزل کی تنزیل کا ذکر کیا جائے یا تذکیر و نصیحت کے لیے دوبارہ نازل کیا جائے۔

بحث ناسخ منسوخ

اس بحث کے متعلق متعدد مسائل ہیں۔ اول نسخ کے چار لغوی معنیٰ ہیں۔

الازالۃ: کما قال فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن

التبدیل: کما قال اذا بدلنا آیۃ مکان ایۃ

تحویل: جیسے کہ کہا جاتا ہے۔ تنا سخ المواریث

نقل: کما نسخت الکتاب۔ ای نقلت مافیہ

نسخ کا شرعی معنیٰ

آیت کے حکم کی مدت انتہاء بیان کرنا۔ (تفسیر اتقان)

نسخ کی تقسیم

نسخ تلاوت، نسخ حکم، نسخ حکم و تلاوت، نسخ وصف حکم یعنی عمومیت حکم

نسخ تلاوت

نسخ تلاوت یہ ہے کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہو حکم منسوخ نہ ہو۔ جیسے الشیخ والشیخۃ اذازنیا فارجموھا نکالا من اللّٰہ۔

بوڑھا اور بوڑھی زنا کریں تو انہیں سنگسار کرو اللہ کی طرف سے عذاب ہے۔

نسخ حکم

نسخ حکم یہ ہے کہ آیت کا حکم منسوخ ہو اس کی تلاوت منسوخ نہ ہو جیسے متاعاً الی الحول۔ اس آیت سے عدۃ وفات ایک سال معلوم ہوتی ہے لیکن یہ منسوخ ہے کیونکہ عدۃ وفات چار ماہ دس دن ہے۔

نسخ حکم و تلاوت

تلاوت بھی منسوخ ہو اور حکم بھی منسوخ ہو جیسے عشر رضعات معلومات اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دس گھونٹ سے رضاعت ثابت ہوتی ہے اور اگر دس سے کم ہوں تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک گھونٹ سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے تو یہ آیت حکماً بھی منسوخ ہے اور تلاوۃً بھی منسوخ ہے۔

نسخ وصف حکم

یعنی آیت کی تلاوت اور اس کا حکم منسوخ نہ ہو بلکہ حکم کی عمومیت منسوخ ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فاغسلوا وجوھکم۔ اس میں غسل

رجل کا حکم عام ہے کہ پاؤں میں موزے ہوں یا نہ ہوں غسل فرض ہے یہ عمومیت حدیث مسح الخفین سے منسوخ ہے۔

نسخ کی دوسری تقسیم

نسخ تین قسم پر ہے۔

(۱) آسان حکم سے مشکل حکم کو منسوخ کرنا۔

جیسے وفاۃ کی عدۃ ابتدائے اسلام میں ایک سال تھی اسے چار ماہ میں تبدیل کیا گیا اسطرح مشکل کام کو منسوخ کر کے اسکی جگہ آسانی کر دی گئی۔

(۲) مشکل حکم سے آسان حکم کو منسوخ کرنا۔

جیسے ترک جہاد کی آیات کو جہاد کی آیت سے منسوخ کیا گیا۔

(۳) مساوی کو مساوی حکم سے منسوخ کرنا۔

یعنی ناسخ و منسوخ دونوں ثواب میں اور آسان ہونے میں برابر ہوں جیسے تحویل قبلہ سے بیت المقدس کا قبلہ ہو جانا۔ کعبہ کے قبلہ ہونے سے منسوخ ہے۔

تیسری تقسیم

نسخ الآیت بالآیت ، نسخ الآیت بالحدیث ، نسخ الحدیث بالحدیث ، نسخ الحدیث بالآیت

(۱) نسخ الآیت بالآیت:

نسخ الآیت بالآیت کی مثال۔ لکم دینکم منسوخ ہے اور قاتلوا فی

سبیل اللّٰہ ناسخ ہے اور متاعاالی الحول اربعۃ اشھر سے منسوخ ہے۔

(۲) نسخ الآیت بالحدیث:

جیسے اسجدو لآدم حدیث سے منسوخ ہے اور الوصیۃ للوالدین۔ لا وصیۃ لوارث سے منسوخ ہے۔

(۳) نسخ الحدیث بالحدیث:

جیسے مُثلہ کرنے کی حدیث اسکی ممانعت کی حدیث سے منسوخ ہے۔

(۴) نسخ الحدیث بالآیۃ:

رمضان کی راتوں میں جماع کی حرمت حدیثوں سے ثابت ہے۔ لیکن آیت احل لکم لیلۃ الصیام الرفث سے منسوخ ہے۔ (کتاب الاعتبار وللشافعی)

محل نسخ

قیاس اور اجماع محل نسخ نہیں ہیں قرآنی آیات و احادیث جن سے ذات و صفات اور مستقل واجب جیسے ایمان کا وجوب اور مستقل کفر جیسے کفر کی حرمت ثابت ہوتی ہے نہ ناسخ ہوسکتی ہیں نہ منسوخ۔ صرف قابل نسخ احکام کی آیات ہیں اور حدیثیں ہیں۔

قاعدہ: جس نسخ سے جھوٹ لازم آئے وہاں نسخ نہیں ہوگا۔

نسخ کے وجوہات

وجہ اول: حکم عارضی ضرورت کیلئے نافذ کیا گیا بعد میں منسوخ کر دیا گیا ہے جیسے آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ بعد میں

منسوخ کر دیا گیا۔

وجہ دوم: عادی ہونے کی وجہ سے ایکدم چھوڑنا مشکل ہوتا ہے اس لیے آہستگی سے بند کیا جاتا ہے جیسے کہ اہل عرب شراب کے عادی تھے اولاً شراب سے نفرت دلائی گئی ثانیاً نماز میں پڑھنے کی حالت میں نشہ استعمال نہ کرنے کیلئے کہا گیا ثالثاً حرام کر دیا گیا۔

وجہ سوم: اظہار عظمت محبوب جیسے معراج کی رات پچاس نمازیں فرض کیں لیکن محبوب کی خاطر پانچ فرض کر دیں تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نبی علیہ السلام کی عظمت ظاہر ہو۔

وجہ چہارم: عظمت ناسخ ظاہر ہو جیسے کہ اسلام تمام سابقہ اور آنے والے دینوں کا ناسخ ہے اگر ابتداءً ہی اسلام آجاتا تو اس کے قوانین و مضامین کی برتری ظاہر نہ ہوتی۔

قواعد نسخ

۱۔ نسخ خطاب سے ہو۔

۲۔ منسوخ حکم شرعی ہو اخبار و قصص نہ ہو۔

۳۔ نسخ میں ناسخ بعد میں ہو۔

فائدہ

آیات مکیہ میں سے اکثر منسوخ ہیں اور آیات مدنیہ میں سے اکثر ناسخ ہیں

لہذا علم غیب کی نفی والی آیات منسوخ ہیں اس لیے کہ وہ مکیہ ہیں اور اثبات علم غیب کی آیات ناسخ ہیں اس لیے کہ وہ مدنیہ ہیں۔

فوائد نسخ

۱- وہ حکم شرعی جو ہمارے لحاظ سے ہیشگی پذیر تھا وہ ایک مدت کے بعد ختم ہو گیا لیکن وہ شارع کے اعتبار سے بیان محض ہو گا۔

۲- نسخ کا محل ایسا حکم ہو گا جو ممکنات سے متعلق ہو گا نہ واجب لذاتہ کا نسخ ہو سکتا ہے اور نہ ممتنع لذاتہ۔

۳- جو بات نسخ کے منافی ہو اس میں نسخ کرنا جائز ہے۔ مثلاً شارع کسی مسئلہ کی توقیت و تابید بیان کر دے جیسے ولا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکری۔

تابید دو قسم کی ہے صراحۃً جیسے خلدین فیھا ابداً۔

دلالۃً۔ جیسے حضور علیہ السلام جس حالت میں امت کو چھوڑ گئے ہیں اب نسخ نہیں ہو سکتا۔

۴- ناسخ و منسوخ کے درمیان اتنا فاصلہ ضروری ہے کہ منسوخ کے حکم پر اعتقاد کا موقع مل جائے جیسے شب معراج میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں نبی علیہ السلام کو اعتقاد کو موقع ملا لیکن آپ نے عمل نہیں فرمایا۔ یہ معتزلہ کے خلاف ہے۔

۵- حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جو آیات منسوخ ہو جاتیں

وہ ہمارے صحیفوں سے بھی مٹ جاتی تھیں کاغذ بالکل سفید ہو جاتا تھا۔ ہاں بعض کا پڑھنا جائز تھا۔

۶۔ ناسخ ومنسوخ کے جانے بغیر قرآن کی تفسیر کرنا جہنم کے گڑھے میں گرنے کے مترادف ہے۔

نسخ کے متعلق اعتراضات

اعتراض اول: قولہ تعالیٰ۔ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید۔ میرے کلام میں تبدیلی نہیں آسکتی اور نہ ہی اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔ حالانکہ نسخ میں تبدیلی ہوتی ہے لہذا نسخ ناجائز ہے۔

جواب: نسخ تبدیلی کا نام نہیں بلکہ حقیقتاً انتہاء حکم کا بیان ہے۔

مثلاً عدت ایک سال کیلئے تھی جب سال ختم ہوتا تو عدت بھی ختم ہو جاتی اس حکم کو اربعۃ اشھر وعشرا سے منسوخ کیا گیا یہ عدت پہلی عدت کیلئے بیان ہے نہ کہ تبدیلی۔

جواب دوم: آیت میں تبدیلی قول سے مراد ہے وعدہ خلافی اسی لیے وما انا بظلام للعبید یعنی ہمارا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ فرمایا اور نسخ میں خبریں اور وعدے نہیں بدلتے بلکہ احکام بدلتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ نسخ کا معنیٰ تبدیلی نہیں بلکہ انتہاء حکم کا بیان ہے۔

اعتراض دوم: ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجد وافیہ

اختلافاً کثیراً۔

نسخ اختلاف کو چاہتا ہے اور اختلاف حقانیت کے منافی ہے لہذا قرآن میں نسخ نہیں۔

جواب: نسخ اختلاف کا حکم نہیں بلکہ انتہاء حکم کا بیان ہے۔ اختلاف سے مراد یہ ہے کہ خبریں واقعاتِ کے مخالف ہوں یا تعارض مراد ہے نسخ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

اعتراض سوم: نسخ قرآن سے ثابت نہیں رہا نسخ کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم لوح محفوظ سے فرشتوں کے روزنامچہ میں نقل کرتے ہیں۔ یا ان میں دیر لگاتے ہیں۔ یہاں نسخ کا معنیٰ نقل کرنا ہے نہ کہ بدلنا۔

جواب: آیت کا یہ ترجمہ نہیں بلکہ یہ تحریف ہے اگر آیت کے یہ معنیٰ ہوں تو پھر نأتِ بخیر منہا او مثلہا کے کیا معنیٰ ہوں گے بلکہ نسخ کا وہی معنیٰ ہے جو ہم نے بتایا ہے اور وہ انتہاء حکم کا نام ہے۔

اعتراض چہارم: نسخ کلام والے کے عجز یا اس کی جہالت سے ہوتا ہے اگر اس کو خبر ہوتی کہ یہ حکم ہمیشہ کے لیے کام نہیں دیگا تو پہلے ہی سے کار آمد حکم بھیجتا۔ جو حکم بعد میں بھیجا ہے۔ اسے پہلے کیوں نہیں بھیجا؟

جواب: نسخ کی بہت سی وجہیں ہوتی ہیں انسانوں کے حالات کے اختلاف سے احکام بدل جاتے ہیں طبیب اپنے بیمار کے لیے اس کی حالت کے

موافق دوائیں اور غذائیں تجویز کرتا ہے۔ جوں جوں مریض کی حالت بدلے گی طبیب کی تجویز بھی بدلے گی۔ یہ تبدیلی طبیب کی جہالت کی نہیں بلکہ اس کے کمال کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ انسان اولاً بچہ، پھر جوان، پھر ادھیڑ اور آخر کار بوڑھا ہو گا۔ اس نے پہلے ہی سے کیوں نہ بوڑھا کر دیا یا انسان کی یہ تدریجی زندگی ذات باری تعالیٰ کے علم کے کمال کی دلیل ہے نہ کہ جہالت کی تو اس سے معلوم ہوا کہ نسخ میں بہت سے فوائد ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اعتراض پنجم: اختلاف حالات کی وجہ سے اگر نسخ جائز ہے اور اسے تسلیم کر لیا جائے تو پھر اب بھی نسخ جائز ہونا چاہیئے؟

جواب: ہر چیز کمال پر پہنچنے سے بدلتی ہے اور کمال پر پہنچنے کے بعد ٹھہر جاتی ہے جیسے بچہ اسے پہلے گھٹی دی جاتی ہے اس کے بعد ماں کا دودھ پھر چاول اور اسکے بعد روٹی۔ روٹی پر پہنچنے کے بعد ٹھہر جاتا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جسم انسانی میں جوانی سے پہلے تبدیلی ہوتی ہے۔ مگر جوانی کے بعد بند ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آدمی کمال کو پہنچ گیا ہے اسی طرح تمام سابقہ دینوں میں تبدیلی ہوتی رہی اور نسخ کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ بشارت الٰہی آ گئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

اسلام کے کمال پر پہنچنے کے بعد سلسلہ تبدیلی و نسخ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔

اعتراض ششم: اگر اسلام مکمل دین ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جزیہ کے احکام کیوں منسوخ کریں گے۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ نے مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ سے محروم کر دیا تھا۔

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام منسوخ نہیں کریں گے بلکہ حضور علیہ السلام نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک جزیہ کی حد مقرر کر دی تھی تو ناسخ حضور علیہ السلام ہوئے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ نے حکم منسوخ نہیں کیا بلکہ حکم کی علت کے اٹھ جانے کے بعد حکم خود بخود اٹھ گیا۔

آیات ناسخ و منسوخ

ناسخ و منسوخ آیات کے تعین کے سلسلہ میں سب سے بڑی دشواری قدماء مفسرین اور متاخرین مفسرین کی اصطلاحات کا اختلاف ہے صحابہ کرامؓ اور تابعین نسخ کا لفظ جس معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں۔ متاخرین اس معنیٰ میں استعمال نہیں کرتے جسکی وجہ سے کافی دشواری پیش آتی ہے۔

متقدمین مفسرین کی اصطلاح

اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ اور تابعین کے تمام اقوال کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ لفظ نسخ کو اسکے اصلی معنیٰ میں استعمال کرتے تھے۔ یعنی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے ذریعے مٹا دینا اور انکا یہ استعمال اس استعمال کے بالکل خلاف ہے جسے علماء اصول نے اصطلاح کے طور پر اختیار کیا ہے۔

علماء اصول کے نزدیک نسخ کے معنیٰ ہیں آیت کے بعض احکام کو کسی دوسری آیت کے ذریعے ختم کرنا۔

منسوخ آیات کی تعداد

متقدمین کی اصطلاح اور انکے استعمال کی رو سے منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو 500 سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

متاخرین کی اصطلاح کے مطابق بیس آیات منسوخ ہیں۔

بعض منسوخ ناسخ آیات

منسوخ	ناسخ
١- كتب عليكم اذا حضرا حدكم الموت	يوصيكم الله۔ لا وصية لوارث
٢- وعلى الذين يطيقونه فدية	فمن شهد منكم الشهر فليصمه
٣- يسئلونك عن الشهر الحرام	وقاتلو المشركين كافة
٤-واتقو الله حق تقته	فاتقو الله ما استطعتم به
٥- الزانی لا ينكح الازانية	وانكحو الايامىٰ منكم
٦- لا يحل لك النساء من بعد	انا احللنا لك از واجك اللاتی
٧- انفروا خفافاً وثقالاً	ليس على الاعمىٰ حرج ولا على المريض

باب التوحید و الشرک

توحید کا معنیٰ: توحید تو وہی ہے جس کا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ میں کامل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی معبودِ حق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں اس کا زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین جاننا توحید کہلاتا ہے۔

علامہ ملا علی قاری مرقات جلد اول پر

لا الہ الا اللہ کا مفہوم کچھ اسطرح فرماتے ہیں۔

لا الٰہ لا ھی النافیۃ للجنس عن سبیل التنقیص علیٰ نفی کل فرد من افرادہ۔

الا اللّٰہ ویکون الجلالۃ اسماً للذات المستجمع لکمال الصفات وعلماً للمعبود بالحق قیل لوبدل بالرحمن لا یصح توحیدہ مطلقا۔ ثم قیل التوحید۔

ھوالحکم بوحدانیتہ منعوتاً بالتنزہ عما یشابہ اعتقاداً فقولاً وعملاً۔

شرک کی تعریف۔

شرک وہی ہے جسکو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ نے باطل کیا ہے۔

تفسیر خازن جلد اول ص ۲۴ پر ہے۔

من یشرک باللّٰہ یعنی یجعل معہ شریکا غیرہ۔

شرح عقائد صفحہ ۱۶ پر ہے۔ الاشــراك هــو اثبــات الشـريك فـی الالـوهيتـہ۔ يعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام۔

یعنی شرک ثابت کرنا ہے شریک کا الوهیت میں یعنی وجوب الوجود میں جیسے مجوس کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق العبادۃ میں جیسا کہ بت پرست کرتے ہیں۔ کمافی شرح الفقہ الاکبر لملاعلی قاری

حضرت شیخ محدث عبدالحق دھلویؒ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

بالجملہ شرک سہ قسم است

(۱) در وجود (۲) در خالقیت (۳) در عبادت

یعنی شرک تین طرح ہے ایک یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو واجب الوجود سمجھا جائے۔ دوسرا یہ کہ کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقتاً خالق سمجھا جائے۔ تیسرا یہ کہ غیر خدا کی عبادت کرے یا اس کو مستحق عبادت سمجھے۔

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ واجب الوجود، معبود اور خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے کسی اور کو خالق حقیقی معبود اور واجب الوجود سمجھنے والا مشرک ہے۔

اثبات توحید اور نفی شرک پر دلیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لـو كـان فيهمـا آلهتہ الا اللّٰہ لفسدتا۔ نفی تعدد الٰھہ پر قرآن پاک نے یہ دلیل پیش کی ہے اس کی تقریر یہ ہے۔

کہ اگر دو خدا ممکن ہوں تو ان میں تمانع (مخالفت) ممکن ہے کہ ایک سکون

زید کا ارادہ کرے گا دوسرا حرکت زید کا۔ تو اس وقت یا تو دونوں امر حاصل ہوں گے تو اجتماع ضدین لازم آئے گا۔

یا دونوں امر حاصل نہ ہوں گے۔ تو ان میں ایک کا عجز لازم آئے گا۔ اور عجز علامت حدوث وامکان ہے تو یہاں پر تعدد آلھہ مستلزم ہے امکان تمانع کو اور امکان تمانع مستلزم ہے محال کو۔ اور ہر وہ چیز جو کہ مستلزم للمحال ہو وہ خود محال ہوتی ہے لہذا تعدد الھہ محال ہے۔ اسے برھان تمانع کہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں اسے حجت اقناعیہ کہا ہے لیکن ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں اس کی پرزور تردید کی ہے۔

امتناع نظیر

اہلسنت والجماعت کے نزدیک سرکار دو عالم ﷺ کی مثل ممتنع بالذات ہے اس کی تفصیل سے پہلے دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اول ممتنع بالذات کی تعریف دوم یہ کہ ممتنع بالذات تحت القدرت نہیں ہوتا۔

ممتنع بالذات: وہ مفہوم ہے جس کے مصداق کا تحقق عقلاً درست نہ ہو یعنی عقلاً جائز نہ ہو جیسے اجتماع النقیضین اور ارتفاع النقیضین۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے مصداق کا وجود اور تحقق عقل جائز نہیں رکھتی اور بداھۃ حکم کرتی ہے کہ ان کا مصداق موجود و متحقق نہیں ہو سکتا۔

ممتنع بالغیر: وہ مفہوم ہے جس کے مصداق کا تحقق عقلاً درست ہو مگر کسی امر خارجی کے پیش نظر درست نہ ہو۔ جیسے فلاسفر کے نزدیک عقل اول کا عدم

ممتنع بالغیر ہے عقل اس کا تحقق جائز رکھتی ہے مگر جب یہ لحاظ کریں کہ عقل اول علت تامہ کی معلول ہے۔ تو جائز نہیں رکھتی۔ کیونکہ جائز وہ ہے جو کسی محال کو مستلزم نہ ہو اور یہ محال کو مستلزم ہے جو کہ عدم واجب الوجود ہے اس لیے کہ معلول کا عدم علت تامہ کے عدم کو مستلزم ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ عدم عقل اول عین امتناع فی نفسہٖ نہیں بلکہ علت تامہ کی معلولیت کی بنا پر آیا۔ اسی لیے ممتنع بالغیر ہے۔

اور بر مذہب اہلسنت ابوجہل و ابولہب کا ایمان ممتنع بالغیر تھا اور وہ غیر اخبار الٰہی ہے جس کے متعلق عدم ہونے سے امتناع آیا ورنہ فی نفسہٖ ممکن ہے۔ اسی لیے یہ دونوں اس کے ساتھ مکلّف تھے۔ ورنہ ممتنع بالذات کے ساتھ تکلیف واقع نہیں ہوتی جیسا کہ کتب اصول میں مقرر اور ثابت ہے۔

آجکل ممتنع بالذات کی جو تعریف کی جاتی ہے کہ جس چیز کی ذات امتناع کو مقتضی ہو۔ اس کو ممتنع بالذات کہتے ہیں۔ یہ تعریف غلط ہے کیونکہ اس کی ذات متحقق ہی نہیں ہے چہ جائیکہ امتناع کی مقتضی ہو۔

ممتنع بالذات یا بالفاظ دیگر محال بالذات زیر قدرت نہیں ہوتا اور اس کے مقدور نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا جیسا کہ مخالفین اس بات سے عموماً دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ محالات کا دائرہ قدرت سے باہر رہنا عین کمال ہے اگر محالات کو مقدور مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کے وجوب ذاتی کی نفی لازم آتی ہے جس کے نتیجے میں یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ

خالی عالم کا خالق نہیں ہے کیونکہ جب وجوب ذاتی منتفی ہو تو اللہ تعالیٰ یا تو ممکن ہو گا یا ممتنع (تین مادے ہیں)

ممکن، ممتنع، واجب

ممکن کی شان سے افادۂ وجود نہیں تو ممتنع سے بطریق اولیٰ افادۂ وجود نہیں ہو سکتا۔

دلیل: دلیل یہ ہے کہ محال اگر مقدور نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ہر ہر محال مقدور ہو گا۔ یا بعض محالات مقدور ہوں گے اور بعض نہ ہوں گے۔ یہ دوسری صورت ترجیح بلا مرجح کو مستلزم ہے اور ترجیح بلا مرجح باطل ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ باطل ہے۔

پہلی صورت اس لیے باطل ہے کہ جب ہر ہر محال مقدور ہو گا تو محالات میں سے ایک محال اللہ تعالیٰ کی فنا بھی ہے تو یہ بھی مقدور ہو گی۔ جب اسکی فنا مقدور ہوئی تو وہ واجب بالذات نہ رہا۔ اس لیے کہ جس کی فنا مقدور ہو وہ ممکن ہوتا ہے نہ کہ واجب بالذات۔ پس ثابت ہوا کہ ممتنع بالذات زیر قدرت نہیں ہے۔

سوال: قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔ ممتنع بالذات بھی ایک شئی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہوا۔ پھر یہ کہنا کس طرح ثابت درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ممتنع بالذات پر قادر نہیں۔

جواب: آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے

ممتنع بالذات شئ نہیں بلکہ لاشئ ہے۔ اور آیت سے شی پر قدرت ثابت ہو رہی ہے نہ کہ لاشئ پر اور شئ موجود کو کہتے ہیں اور ممتنع بالذات موجود نہیں۔

شرح عقائد نسفی کی ابتداء میں ہے۔

''الشی عندنا ھو الموجود'' ہمارے نزدیک موجودات کا نام شی ہے۔

اہلسنت کے نزدیک شئ موجود کو کہتے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قل انما انا بشر مثلکم

یہ آیت امتناع نظیر کے منافی ہے لہذا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی نظیر ممتنع بالذات ہے یہ درست نہیں۔

جواب: اوصاف دو قسم کے ہیں۔

قسم اول: وہ وصف جسکے موصوف کا تعدد عقل جائز رکھتی ہو۔ پھر یہ دو قسم پر ہے ایک وہ جس میں اشتراک واقع ہو اور اس کے موصوف بکثرت متحقق ہوں جیسے بشریت، عربیت، ھاشمیت، رسالت یہ اوصاف کثیرین میں مشترک ہیں ان اوصاف کے اعتبار سے آپکی مثل متحقق ہے۔

دوسرا وصف: دوسرا وصف ہے جس میں اشتراک واقع نہیں ہو سکتا ہے جیسے حضرت عبد اللہ و حضرت آمنہ کا لڑکا ہونا، حضرت عائشہؓ کا شوہر ہونا، حضرت فاطمہؓ کا باپ ہونا، رحمۃ للعالمین ہونا، منزل علیہ قرآن ہونا، جسمانی معراج ہونا وغیرہ اوصاف۔

یہ اوصاف آپکے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں اشتراک واقع نہیں ہوسکتا ایسے اوصاف میں آپکی مثل ممکن ہے مگر واجب نہیں۔

تیسرا وصف: تیسرا وصف وہ ہے جسکے موصوف کا تعدد عقل جائز نہیں رکھتی جیسے

اول مخلوق ہونا، اول مومن ہونا، اول شافع ہونا، خاتم النبیین ہونا، معراج جسمانی ہونا۔

ان میں سے ہر ایک وصف کا موصوف ایک ہی ہوسکتا ہے متعدد ہونا ممکن نہیں چونکہ یہ اوصاف آپ کے لیے ثابت ہیں اور عقل ان کے موصوف کا تعدد جائز نہیں رکھتی اس لیے ان میں آپ کا مثل ممتنع بالذات ہے۔

علماء اہلسنت ایسے ہی اعتبار سے آپکی مثل کو ممتنع بالذات جانتے ہیں انہوں نے اوصاف قسم اول میں مثل کے امکان کی نفی نہیں فرمائی نہ علماء اہلسنت سے کم عقلی کی بات متصور ہوسکتی ہے۔ وصف بشریت میں مثلیت ممکن ہے۔ اس لیے کہ وصف بشریت اوصاف کے قسم اول سے ہے اور ان اوصاف کے اعتبار سے آپکی مثل ممکن الوقوع ہے۔

سوال: بیہقیؒ نے بروائیت ابوالضحیٰ ابن عباسؓ سے آیت ومن الارض مثلھن۔ کی تفسیر میں صحیح اسناد کے ساتھ یہ روایت پیش کی ہے جس سے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زمینوں کی مثلیت ہے اور ان زمینوں میں یہاں کی طرح انبیاء ہیں۔ روایت یہ ہے

قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم

کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم

وعیسیٰ کعیسکم۔

معلوم ہوا کہ نبی کا مثل دوسری زمینوں میں موجود و ممکن ہے۔ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد آپکا مثل نہ صرف ممکن بلکہ واقع بھی ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ اپنے زمانے میں اس کا اثبات فرماتے ہیں پھر مثل کی نفی کس طرح درست ہے۔

جواب اول: علامہ بیہقیؒ نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت شاذ المتن ہے اور جب بوجہ شذوذ متن روایت ضعیف ٹھہری تو قابل حجت نہیں ہوسکتی۔

جواب دوم: ہماری کلام مطلقاً مثل کی نفی میں نہیں ہے بلکہ کلام مثل خاص کی نفی میں ہے اور ایسی مثل خاص کا اثبات اس روایت سے نہیں ہوسکتا۔

بحث علم غیب

منکر علم غیب اپنے دعویٰ پر دلائل قائم کرلے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ آیت قطعیۃ الدلالۃ ہو یا حدیث متواتر ہو۔

۲۔ اس آیت یا حدیث سے علم عطائی کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمائیں کہ مجھے یہ علم نہیں دیا گیا۔

۳- کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا نفی علم غیب پر دلیل نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت کی بنا پر ظاہر نہ کریں اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ''خدا ہی جانے'' یا ''خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا'' یا ''مجھے کیا معلوم'' فرما دیں۔ تو یہ نفی علم غیب کیلئے کافی نہیں اس لیے کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی پر دلالت کرتے ہیں یا کبھی مخاطب کو خاموش کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

۴- جس سے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ازل سے قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰھیہ اور قیامت کے بعد کے تمام واقعات کا ہم دعویٰ نہیں کرتے۔

تحقیق لفظ علم

علم کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ سابقا گزر چکا ہے۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔
ایک قسم کا اعتبار متعلق سے ہے یعنی جس کے ساتھ علم کا تعلق ہو۔
اور ایک قسم باعتبار مصدر کے ہے یعنی جہاں سے صادر ہوا۔
دوسری تقسیم علم۔ علم دو قسم پر ہے۔ ذاتی، عطائی
علم ذاتی: وہ ہے جو کہ نفس ذات عالم سے صادر ہو اس کے غیر کو اس میں دخل نہ ہو نہ یوں کہ غیر کی عطا سے ہو اور نہ اسطرح کہ غیر اس میں کسی طرح سبب بنے۔

علم عطائی: علم عطائی وہ ہے جو غیر کی عطا سے ہو۔

پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس کے غیر کیلئے محال ہے اور جو اس علم سے ایک ذرہ غیر اللہ کیلئے ثابت کرے یقیناً وہ کافر مشرک ہے۔

اور دوسری قسم بندوں کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن نہیں اور جو شخص یہ علم اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرے یقیناً وہ کافر ہے۔

علم کی پہلی تقسیم باعتبار متعلق کے۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔

مطلق العلم ۔ العلم المطلق

مطلق العلم: مطلق العلم اسے کہتے ہیں جس کے ایک فرد کے پائے جانے سے پایا جائے۔ اور تمام افراد کی نفی سے منتفی ہو جائے۔

العلم المطلق: العلم المطلق وہ ہے جو کہ تمام افراد کے پائے جانے سے پایا جائے اور ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جائے۔

اس کا فائدہ عموم اور استغراق حقیقی ہوتا ہے۔

العلم المطلق: چار قسم ہے۔

اجمال کل، اجمال بعض، تفصیل کل، تفصیل بعض

اس طرح مطلق العلم بھی چار قسم ہے۔

مطلق العلم اجمال کل، مطلق العلم اجمال بعض،
مطلق العلم تفصیل کل، مطلق العلم تفصیل بعض

ان تمام اقسام میں سے صرف العلم المطلق تفصیل کل ذاتی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے باقی اقسام مخلوق کیلئے خاص ہیں۔

تحقیق لفظ غیب

غیب اصح مذھب پر " غاب یغیب کی مصدر ہے اس کا لغوی معنیٰ " ما غاب عنک " ہے۔

یعنی جو چیز تجھ سے پوشیدہ اور غائب ہو۔

اصطلاحی: علامہ بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں یوں بیان کیا۔

" الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل وھو قسمان

لا دلیل علیہ وھو المعنی بقولہ تعالیٰ " وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو

نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ والیوم الآخر و احوالہ۔

یعنی غیب وہ خفی چیز ہے جو حواس اور عقل سے بدیہی طور پر معلوم نہ ہو سکے اسکی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو یہ غیب ذاتی ہے اور یہی مراد آیت " وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو " میں ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے صانع عالم اور اسکی صفات

احکام وشرائع روز قیامت احوال بعث ونشر وغیرہ کا علم جس پر دلیل قائم ہے
اور جو تعلیم الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

اس طرح روح المعانی میں یؤمنون بالغیب کے تحت لکھا ہے۔

وفصله جمع ههنا لما لا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداهة العقل فمنه مالم ينصب عليه دليل و تفرد بعلمه اللطيف الخبير سبحانه وتعالىٰ كعلم القدر مثلاً و مانصب عليه دليل كالحق تعالىٰ وصفاته العلى فانه غيب يعلمه من اعطاء الله نوراً علىٰ حسب ذالك النور فلهذا تجد الناس متفاوتين فيه وللاولياء نفعنا الله تعالىٰ بهم الحظ الاوفر منه ومن هنا قيل۔ الغيب مشاهدة كل بعين الحق فقط۔ يمنح العبد قرب النوافل ويكون الحق سبحانه بصره الذى يبصر به وسمعه الذى يسمع به ويلقىٰ من ذالك الى قرب الفرائض فيكون نوراً فهناك يكون الغيب له شهوداً والمفقود لدينا عنده موجوداً ومع هذا۔ لا اسوغ لمن وصل الىٰ ذالك المكان انه يعلم الغيب۔ قل لا يعلم من فى السموات ومن فى الارض الغيب الا الله۔

روح المعانی جلد اول ص ۱۱۴

اعتراض: علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کہ قدیم، غیر متناہی اور قائم بالذات ہے اس کے اجزا نہیں ہو سکتے۔ لہذا علم کی تقسیم (ذاتی اور عطائی) کرنا درست نہیں۔ (یہ اعتراض مولوی غلام اللہ دیو بندی راولپنڈی والے کا ہے)

جواب: علم سے مراد معلوم ہے اور معلومات باری تعالیٰ متناہی ہیں ان کے اجزاء ہو سکتے ہیں لہذا تقسیم علم درست ہے۔ (جلالین میں بھی اس کا جواب اس طرح ہے) علاوہ ازیں تمام مفسرین کرام نے علم غیب کی یہی تقسیم فرمائی ہے۔ مثلاً

تفسیر جمل، تفسیر ابو سعود، تفسیر خازن، تفسیر کبیر و بیضاوی

تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

الغیب ہو الذی یکون غائباً عن الحاسة ثم ینقسم الیٰ ما علیه دلیل والی ما لا علیه دلیل۔

یہی تقسیم تفسیر روح البیان میں موجود ہے۔

غیب دو قسم ہے۔ (۱) ما غاب عنك (۲) غیب غبت عنه

اول کی مثال عالم ارواح اور ثانی کی مثال ذات باری تعالیٰ۔

اعتراض: کسی چیز کے علم آنے کے بعد اسے غیب نہیں کہنا چاہیئے۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غیب پر مطلع فرما دیا تو وہ غیب، غیب نہ رہا۔ پھر یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام غیب جانتے ہیں؟

جواب اول: اللہ تعالیٰ نے خود غیب کا اطلاق بقولہ۔ وما ھو علی الغیب بضنین میں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عٰلم الغیب و الشھادۃ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں لہذا چاہیے کہ کہا جائے اسے غیب کا علم نہیں اصل وجہ یہ ہے کہ مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ غیب کا اطلاق بایں معنیٰ ہے کہ اشیاء ہماری نظروں سے غائب ہیں جیسا کہ سابقا گزر چکا ہے۔

کہ غیب وہ ہے جو ماغاب عنك یاماغاب عنھم ہو۔

مراتب الغیب

مراتب الغیب خمسۃ: غیب کے پانچ مرتبے ہیں۔

غیب الظاہر، غیب الباطن، غیب الغیب، سر الغیب، غیب السر

(۱) غیب الظاہر: ھو ما اخبر بہ سبحانہ عن امر الآخرۃ۔

(۲) غیب الباطن: ھو غیب المقدورات المکنونات عن قلوب الاغیار۔

(۳) غیب الغیب: ھو سر الصفات فی الافعال۔

(۴) سر الغیب: سر الغیب ھو نور الذات فی الصفت۔

(۵) غیب السر: ھو غیب القدم وسرا الحقیقۃ۔

عقیدہ علم غیب

حضور علیہ السلام روز ازل سے روز آخر تک تمام علوم غیبیہ ما کان و مایکون ۔علوم خمسہ تمام علوم مندرجات لوح محفوظ اور بیشتر علم متعلقہ ذات وصفات باری تعالیٰ کو باعطاءِ و باعلامہ تعالیٰ تدریجاً حاصل ہیں بایں ہمہ آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی نہیں اور نہ ہی قدیم ہے بلکہ عطائی اور حادث ہے دیگر انبیاء و اولیاء کو بھی بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں مزید براں عقیدہ علم غیب تین قسموں پر مشتمل ہے۔

قسم اول: (۱) اللہ تعالیٰ عالم بالذات ہے اس کا علم۔ العلم المطلق تفصیل کل ہے۔

(۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے بعض علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں اسی طرح اولیاء کو بھی غیب الہام کے ذریعے دے دیا جاتا ہے۔

(۳) آپ کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے۔

قسم دوم: (۱) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علوم خمسہ کے بہت سے جزئیات کا علم دیا ہے۔علوم خمسہ، قیامت کا علم، مافی الارحام کا علم، نزول مطر کا علم، ماذا تکسب غدا کا علم اور ماتدری نفس بای ارض تموت کا علم۔انہیں مغیبات خمسہ بھی کہتے ہیں۔

(۲) اولیاء کرام کو بھی بواسطہ انبیاء علیھم السلام کچھ غیب ملتے ہیں۔

علم غیب کے منکر کا شرعی حکم

قسم اول کی تینوں شقوں کا حکم یہ ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہیں اور ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ لہذا علم غیب کا منکر کافر ہے۔

قسم دوم کا حکم:

جو شخص قسم دوم کی دونوں شقوں کا انکار کرے وہ منکر اور گمراہ ہے کیونکہ اس سے بہت سی حدیثوں کا انکار لازم آتا ہے۔

قسم سوم:

(۱) حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے کہ کب قائم ہوگی۔

(۲) آپ کو ما کان و ما یکون کا علم ہے اور لوح محفوظ سے بھی زیادہ آپ کو علم حاصل ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام روح کی حقیقت کو جانتے ہیں اور تمام متشابہات کو جانتے ہیں اس کے منکر پر کوئی فتوی نہیں لگایا جائیگا۔

ثبوت علم غیب از آیات قرآنیہ

(۱) وعلم آدم الاسماء کلها۔

(۲) ویکون الرسول علیکم شهیداً

(۳) وجئنابك علی هؤلاء شهیداً

(٤) من ذالذی یشفع عنده الا باذنه

(۵) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء

(٦) مافرطنا فی الکتب من شیٔ

(۷) وعلمك مالم تکن تعلم

(۸) ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین

(۹) ونزلنا علیك الکتب تبیانا لکل شیٔ

(۱۰) وتفصیل الکتب لا ریب فیہ

(۱۱) ما کان حدیثا یفتری من دون اللہ

(۱۲) الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان

(۱۳) ما انت بنعمت ربك بمجنون

(۱٤) ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب

(۱۵) فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول

(۱٦) واوحی الی عبدہ ما اوحی

(۱۷) وما ہو علی الغیب بضنین۔

(۱۸) وعلمناہ من لدنا علما۔

(۱۹) وکذلك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض۔

(۲۰) لا یا تیکما طعام ترزقنہ الا نبا تکما بتاویلہ۔

(۲۱) انبئکم بما تا کلون وما تدخرون فی بیوتکم۔

(۲۲) لا تسئلوا عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم۔

(۲۳) انی اعلم من اللّٰہ ما لا تعلمون۔

(۲٤) ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك۔

(۲۵) ولا يحيطون بشیء من علمه الا بما شاء۔

(۲٦) تلك القری نقص عليك من انبائها۔

(۲۷) ولقد آتيناه علما و حكما۔

(۲۸) وكلا نقص عليك من انباء الرسل۔

(۲۹) ومن يوت الحكمة فقد اوتی خيراً كثيراً

(۳۰) ولو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت من الخير۔

مذکورہ بالا تیس آیات ہیں جن سے غیب کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی اور کو بھی عطا فرماتا ہے اب ان آیات کی تفسیر مختلف مفسروں کی تفاسیر سے پیش کی جا رہی ہے۔

مذکورہ آیات کے متعلق مفسرین کے اقوال

(۱) وعلم آدم الاسماء کلھا۔

تفسیر خازن: وقیل علم آدم اسماء الملائکۃ وقیل اسماء ذریتہ وقیل علمہ اللغات کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھا دیئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپکی اولاد کے نام۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کو تمام زبانیں سکھا دیں۔

تفسیر مدارک: و معنی تعلیمہ اسماء المسمیات انہ تعالیٰ اراد الاجناس التی خلقھا و علمہ ان ھذا اسمہ بعیر و ھذا اسمہ کذا وعن ابن عباس علمہ اسم کل شی حتیٰ القصعۃ والمغرفۃ۔

تفسیر ابوسعود: وقیل اسماء ما کان و مایکون وقیل اسماء خلقہ من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموھومات و الھمہ معرفۃ ذوات الاشیاء و خواصھا و معارفھا و اصول العلم و قوانین الصنعات و تفاصیل آلاتھا و کیفیہ استعمالھا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتا

دیئے گئے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوقات کے نام بتا دیئے۔ عقلی، حسی، خیالی، وھمی چیزیں بتا دیں ان چیزوں کی ذات وصفات ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان علم کے قواعد ھنروں کے قوانین ان کے اوزاروں کی تفصیل اور انکے استعمال کے طریقہ کا علم آپکو الہام فرمایا۔ ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ ماکان ومایکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دیئے گئے حضور علیہ السلام کے علم کے مقابلے میں حضرت آدم علیہ السلام کا علم بمنزلہ ایک قطرہ یا بمنزلہ ایک ذرہ کے ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ باب دھم میں وضاحت کی ہے۔

اول نائب کان لہ ﷺ وخلیفتہ آدم علیہ السلام

حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جب نائب کے علم کی یہ وسعت ہے تو آقا کے علم کی وسعت کا کیا عالم ہوگا۔

(۲) ویکون الرسول علیکم شہیداً۔

اس آیت کے متعلق شاہ عبد العزیز محدث دھلوی نے تفسیر عزیزی میں تصریح کی ہے کہ نبی علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بردین ہر متدین بدیں خود کہ در قدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان اوچیت و حجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است قدام است پس او میثنا سد گناھاں شماراو درجات ایمان شمارا و اعمال بدشمار او اخلاق و نفاق شمار الھذا

شہادت در دنیا بحکم شرعی در حق امت مقبول واجب العمل است۔

معنی شہادۃ الرسول علیھم اطلاعہ رتبۃ کل متدین بدینہ فھو یعرف ذنوبھم و حقیقہ ایمانھم و اعمالھم وحسناتھم و سیاتھم واخلاصھم و نفاقھم وغیر ذالک بنو رالحق وامتہ یعرفون ذالک من سائر الامم بنورہ علیہ السلام۔

(۳) من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔

تفسیر روح البیان: یعلم محمد علیہ السلام مابین ایدیھم من الامور الاولیات قبل خلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ وفزع الخلق وغضب الرب۔

حضور علیہ السلام مخلوقات کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بعد کے حالات بھی جانتے ہیں۔ قیامت کے احوال، مخلوقات کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔

اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ آیت الکرسی میں من ذا الذی سے لیکر بما شاء تک تین صفات حضور علیہ السلام کے بیان ہوئے باقی اول و آخر میں صفات الٰھیہ ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل: میں ہے لا یحیطون بشئ من علم

الغیب الا بما شاء مما اخبر به الرسل۔

(۴) وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

اس آیت کی تفسیر علامہ بیضاوی نے یوں کی ہے ما کان اللّٰہ لیوتی احدکم علم الغیب فیطلع علی مافی القلوب من کفر و ایمان ولکن اللہ یجتبی برسالتہ من یشاء فیوحی اللّٰہ ویخبرہ ببعض المغیبات۔ او ینصب لہ مایدل علیہ۔

تفسیر خازن: ولکن اللّٰہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاء ویطلعہ علیٰ بعض علم الغیب۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ خدا خاص علم غیب نبی پر ظاہر فرماتا ہے بعض مفسرین نے جو فرمایا ہے بعض علم غیب۔ تو اس سے مراد علم الٰہی کے مقابلے میں بعض ہے اور کل ما کان و ما یکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے۔

(۵) وعلمك مالم تكن تعلم۔

وعلمك ما ای من الاحکام و الغیب انزل اللہ علیك الکتب والحکمۃ واطلعك علیٰ اسرارھما ووافقھما علی حقائقھما یعنی فی احکام الشرع وامور الدین۔

وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم و قیل معناہ علمك من خفیات الامور و اطلعك علیٰ ضمائر

القلوب و علمك من احوال المنافقين و كيدهم من امور الدين و الشرائع من خفيات الامور وضمائر القلوب۔

تفسیر حسینی میں اس آیت کے متعلق یہ تفسیر کی گئی ہے کہ

آن علم ما کان وما یکون ہست کہ حق سبحانہ در شب اسرا بدان حضرت عطا فرمود چنانچہ درحدیث معراج ہست کہ من درزیر عرش بودم قطرہ درحلق من ریختم فعلمت ما کان ومایکون۔

(۶) مافرطنا فی الکتب من شئ۔

تفسیر انوار التنزیل: فانه مشتمل علىٰ ما يجرى فى العالم من جليل و دقيق لم يحمل امر حيوان ولا جماد۔ یعنی دنیا کی سب چھوٹی بڑی چیز قرآن میں موجود ہے۔

تفسیر عرائس البیان: ای مافرطنا فی الکتب ذکری احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتب الا المؤیدون بانوار المعرفة۔

(۷) ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین۔

تفسیر تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس: کل ذالك فى اللوح المحفوظ مبين مقدارها و وقتها۔

(۸) ونزلنا علیك الکتب تبیانا لکل شئ۔

تفسیر حسینی: نزلنا فرستادیم علیك الکتب بر تو قرآن بیان لکل شی بیان روشن برائے ہمہ از امور دین و دنیا تفصیل و اجمال۔

(۹) وتفصیل الکتب لا ریب فیه۔

تفسیر جلالین: تفصیل الکتب تبین ما کتب اللہ تعالیٰ من الاحکام و غیرها۔

تفسیر جمل: ای فی اللوح المحفوظ۔

روح البیان: ای تفصیل ما حقق واثبت من الحقائق والشرائع وفی التاویلات النجمیة ای تفصیل الجملة التی هی المقدر المکتوب فی الکتب الذی لا یتطرق الیه المحو والاثبات لانه ازلی ابدی۔

(۱۰) الرحمن علم القرآن خلق الانسان۔

تفسیر معالم التنزیل و حسینی: خلق الانسان ای محمدا علیه السلام علمه البیان ای بیان ما کان و مایکون۔

تفسیر خازن: علمه البیان یعنی بیان ما کان و مایکون لانه علیه السلام نبئ عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم

الدین۔

(۱۱) ما انت بنعمت ربك بمجنون۔

روح البیان: بمستور علما کان فی الازل وما سیکون الی الابد لان الجن هو الستر بل انت عالم بما کان وخبر ما یکون۔

(۱۲) ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب۔

تفسیر درمنثور وطبری: عن مجاهد انه قال فی قوله تعالیٰ ولئن سالتهم۔ قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد کذا وما یدریه الغیب۔ ایک منافق نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں مقام پر ہے حالانکہ انہیں غیب کا علم نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) اس تفسیر اور آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار کرنا منافقین کا کام تھا جس کو قرآن نے کفر قرار دیا۔

(۱۳) فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول

تفسیر کبیر: ای وقت وقوع القیامة من الغیب الذی لا یظهره الله لا حد فان قیل فاذا احملتم ذالك علی القیامة فکیف

قال الا من ارتضیٰ من رسول مع انه لا یظھر ھذا الغیب لا حد — قلنا بل یظھرہ عند قریب القیامۃ۔ یعنی قیامت آنے کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جسکو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جائے کہ تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کرلیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا ''مگر پسندیدہ رسولوں کو''
حالانکہ یہ غیب تو کسی پر ظاہر نہیں کیا جاتا۔ تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرمائیگا۔

تفسیر عزیزی: آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام تکوینیہ و شرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز و ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علیٰ سبیل التفصیل۔ ایں قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز مے نامند۔ فلا یظھرہ علیٰ غیبہ احدا پس مطلع نمے کند بر غیب خاص خود، ہیچکس را مگر کسے را کہ پسند مے کندو آں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک خواہ از جنس بشر۔ مثل محمد علیہ السلام او اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود مے فرماید۔

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور ہر چیز کے پیدائش اور شرعی احکام جیسے پروردگار کی ذات و صفات برطریق تفصیل اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اسکے جسکو پسند کرے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضور علیہ السلام کو اپنے بعض خاص غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتی کہ قیامت کا علم بھی نبی علیہ السلام کو عطا کیا گیا ہے۔

(۱۴) واوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحی۔

تفسیر مدارج النبوت: وصل رؤیتہ الٰہی میں

ما اوحی الآیۃ بتمام علوم و معارف و حقائق و بشارت و اشارات

اخبار و آثار و کرامات و کمالات در احاطہ ایں ابہام داخل است و ہمہ را شامل و کثرت وعظمت است کہ مبہم آورد و بیان نہ کرد اشارت بآں کہ چیز علم علام الغیوب و رسول محبوب بہ آں محیط نتواند شد مگر آں چہ آنحضرت بیان کرد۔

یعنی معراج میں رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم و معرفت

بشارتیں، اشارات اخبار و آثار کرامات و کمالات اس ابہام کے احاطہ میں داخل ہے۔

(۱۵) وما هو على الغيب بضنين۔

تفسیر خازن: يقول انه عليه السلام ياتيه علم الغيب فلا يبخل عليكم بل يعلمكم۔

تفسیر معالم التنزیل: على الغيب و خبر السماء وما اطلع عليه من الاخبار والقصص بضينن اى ببخيل يقول انه ياتيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم بل يعلمكم و يخبركم ولا يكتم كما يكتم الكاهن۔

(۱۶) وعلمناه من لدنا علما۔

اى مما يختص نباه لا يعلم الا لتوقيفنا و هو علم الغيب
یعنی جو ہمارے ساتھ خاص ہے بغیر بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

تفسیر ابن جریر: میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

" قال انك لن تستطيع معى صبراً كان رجلا يعلم علم الغيب" حضرت خضر وہ مرد تھا جو کہ غیب جانتا تھا۔

روح البیان: قد علم ذالك هو علم الغيب والا خبار عنها باذنه تعالىٰ كماذهب اليه ابن عباسؓ۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علی السلام سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکو گے وہ خضر علیہ السلام علم غیب جانتے تھے۔ کہ انہوں نے جان لیا حضرت خضر کو جو علم لدنی سکھلایا گیا وہ علم غیب ہے اور اس غیب کے متعلق خبر دینا خدا کے حکم سے ہے جیسا کہ اس طرف حضرت عباسؓ گئے ہیں۔

تفسیر مدارک: تفسیر مدارک میں ہے یعنی الاخبار بالغیوب وقیل العلم اللدنی۔ ماحصل للعبد بطریق الالھام۔ یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو غیب کی خبریں دیں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو الھام کے طریقہ سے حاصل ہو۔

فائدہ

مخالفین مذکورہ دلائل کے بارے میں کہتے ہیں کہ جہاں لفظ ما یا کل آئے اس سے مراد شریعت کے احکام ہیں نہ کہ دیگر علم۔ یعنی ما اور کل سے عموم مراد نہیں بلکہ صرف احکام شریعت اور امور دین ہیں۔ ان پر تین دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

دلیل اول: کل شئی غیر متناہی میں مستعمل ہوتا ہے اور غیر متناہی اشیاء کا علم خدا کے سوا کسی کو ہونا منطقی قاعدہ کے مطابق برھان تسلسل سے باطل ہے۔

دلیل دوم: یہ کہ بہت سے مفسرین نے کل شئی اور ما کا معنیٰ بیان کیا

ہے ای امــود الــدیــن یعنی دین کے احکام۔لہذا ما میں تعمیم نہیں ہو سکتی (جلالین)

دلیل سوم: قرآن و حدیث میں بہت سی جگہ کل شی فرمایا گیا مگر اس سے بعض چیزیں مراد ہیں جیسے بلقیس کے متعلق ہے۔ ”واوتیت من کل شئ“ بلقیس کو کل شئ دی گئی حالانکہ بلقیس کو بعض چیزیں دی گئیں تھیں۔

ان تینوں دلیلوں سے ثابت ہوا کہ کل شئ اور ما عموم کیلئے نہیں ہیں لہذا تعمیم کر کے علم غیب ثابت کرنا سراسر زیادتی ہے جو کہ درست نہیں۔

جواب: عربی زبان میں کلمہ کل، کلھا اور ما عموم کیلئے آتے ہیں قرآن کا ایک ایک کلمہ قطعی ہے اس میں کوئی قید لگانا محض اپنے قیاس سے جائز نہیں قرآن کے تمام کلمات کو احادیث احاد سے بھی خاص نہیں کر سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔

دلیل اول: دلیل اول کا جواب

یہ کہ کل شئ غیرا شیاء پر دلالت نہیں کرتا بلکہ متناہی پر دال ہے۔

تفسیر کبیر

تفسیر کبیر سے آیت ”واحصیٰ کل شئ عددا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو گن لیا۔

قلنا لا شك ان احصاء العدد انما یکون فی المتناهی فاما

لفظ کل شی فانہا الدال علیٰ کونہ غیر متناهیة لان
الاشیاء عندنا هو الموجودات والموجوداة متناهیة فی
العدد۔

اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیز میں شمار ہوسکتا ہے لیکن لفظ
کل شی اس شے کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہمارے
نزدیک شی موجودات کو کہتے ہیں اور موجود چیزیں متناہی ہوسکتی ہیں۔

دلیل دوم کا جواب

دلیل دوم یہ ہے کہ اگر بہت سے مفسرین نے کل شئی یا ما سے احکام شرع
مراد لیے ہیں تو بہت سے مفسرین نے علم غیب بھی مراد لیا ہے اور جبکہ بعض
دلائل نفی کے ہوں اور بعض ثبوت کے تو ثبوت والے دلائل کو ترجیح ہوتی ہے۔

المثبت اولیٰ من النافی

جیسا کہ مشہور کتاب نورالانوار میں بحث تعارض میں ہے۔

علاوہ ازیں جن مفسرین نے امور دین سے تفسیر کی ہے انہوں نے بھی دوسری
چیزوں کی نفی وتردید نہیں کی لہذا تم نفی کہاں سے نکالتے ہو کسی چیز کے ذکر
نہ کرنے سے اسکی نفی نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ تقیکم الحر یعنی تمہارے کپڑے تمہیں گرمی
سے بچاتے ہیں تو کیا کپڑے سردی سے نہیں بچاتے نیز دین تمام اشیاء کو

شامل ہے دنیا کی کونسی ایسی چیز ہے جس پر دین کے احکام حلال وحرام جاری نہ ہوتے ہوں۔

دلیل سوم کا جواب

ملکہ بلقیس کے قصے میں جو کل شئ آیا ہے وہاں قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سے مراد سلطنت کے کاروبار کی کل چیزیں ہیں اس لیے وہاں مجازی معنیٰ لیا گیا لیکن یہاں کون سا قرینہ ہے جس کی وجہ سے کل شئی کے حقیقی معنیٰ چھوڑ کر مجازی معنیٰ لے رہے ہو۔ علاوہ ازیں قرآن مجید نے ھد ھد کا قول نقل کیا ہے۔ ھد ھد نے کہا تھا واوتیت من کل شئ بلقیس کو ہر چیز دی گئی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود نہیں دی۔

احادیث طیبہ

حدیث نمبرا: صحیح بخاری شریف۔ کتاب الاعتصام اور تفسیر خازن زیر آیت

لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم۔

قام علی المنبر فذکر الساعۃ وذکر ان بین یدیھا امورا عظاما ثم قال ما من رجل احب ان یسال عن شئ فواللّٰہ لا تسئلونی عن شئ الا اخبرتکم بہ مادمت فی مقامی ھذا۔ فقام رجل این مدخلی؟ قال النار۔ فقام عبد اللہ بن

حذافہ۔ فقال من ابی؟ قال ابوک حذافۃ ثم کثران یقول سلونی۔ سلونی

عینی شرح بخاری۔ فتح الباری۔ ارشاد الصاوی۔ مرقات

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر بہ المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتہاء ھا۔

حدیث نمبر۲:

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انی لاعرف اسماء ھم واسماء آباء ھم والوان خیلھم

میں ان کے اور ان کے آباؤ اجداد کے نام جانتا ہوں اور انکے گھوڑوں کے رنگ بھی

صاحب مرقات لکھتے ہیں۔ کونہ من المعجزات دلالۃ علی ان علمہ علیہ السلام محیط بالکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرھا۔

حضور علیہ السلام کا علم کلیات جزئیات کائنات وغیرہ سب کو محیط ہے یہ معجزہ ہے۔

مدارج النبوت شیخ عبد الحق محدث دھلوی

علامہ شیخ محقق عبدالحق محدث دھلوی نے مدارج النبوت میں خطبہ میں ارشاد فرمایا وو ی دانا است و ہمہ چیز از شیؤنات و احکام الٰہی و

احکام صفات حق و اسماء افعال و آثار رو جمیع علوم ظاہر و باطن واول و آخر احاطہ نمود مصداق فوق کل ذی علم علیم۔

اس طرح شیخ محقق نے مدارج النبوت جلد اول باب پنجم میں بیان کیا۔

از زمانہ آدم کنفخہ اولی بروے علیہ السلام منکشف ساختند تاہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گرد دو یاران خودرا نیز از بعضے احوال خبرداد

شرح مواہب اللدنیہ

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں فرمایا۔

وقد تواترت الاخبار فاتفقت معانیھا علیٰ اطلاعہ علیہ السلام علی الغیب ولاینا فی الآیات الدالۃ علیٰ انہ لا یعلم الغیب الا اللہ لان المنفی علم علیہ السلام من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللّٰہ۔ فمحقق بقولہ تعالیٰ الا من ارتضیٰ من رسول۔

تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام ﷺ کو غیب کا علم ہے اور یہ ان آیات کے منافی نہیں ہے جن میں غیر اللہ سے علم غیب کی نفی ہے اس لیے کہ نفی سے مراد علم غیب بلاواسطہ ہے اور اثبات میں بالواسطہ ہے۔

علم غیب کے متعلق مخالفین سے تائید

حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ صفحہ ۱۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک مغیبات کا انکو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے آنحضرت علیہ السلام کو خدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی، اسکو دلیل اپنے دعوٰی کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔ (ماخوذ از انوار غیبیہ ص ۲۵)

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لطائف رشیدیہ ص ۲۷ میں فرماتے ہیں انبیاء علیھم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ حضور حق کا رہتا ہے۔ کما قال النبی علیہ السلام لو تعلمون لما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً۔ اور فرمایا انی اری مالا ترون۔ (ماخوذ از انوار غیبیہ)

مولوی اشرف علی تھانوی تکمیل الیقین ص ۱۳۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ شریعت میں وارد ہوا کہ رسل و اولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لیے کہ ہر حادث اسکے علم سے اسکے ارادے کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو اس سے پھر کون سا امر مانع ہوسکتا ہے کہ یہ وہی خدا ان رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اسے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے اگرچہ ہم

اسکے قائل ہیں کہ فطرت انسانی کا یہ مقتضیٰ نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان لے لیکن اگر خدا کسی کو بتادے تو اسکو کون روک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتانے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دے دیتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کا دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجے کے ممنوعات میں سے شمار کرتے ہیں اور جو اس کا دعویٰ کرے اسے کافر بناتی ہے۔

مسئلہ علم غیب پر اعتراض

اس بحث سے قبل بطور مقدمہ وتمہید کے چند امور کا جاننا ضروری ہے۔

نمبرا: جن آیات واحادیث واقوال فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی ہے ان میں یا تو علم غیب ذاتی کی نفی ہے یا تمام معلومات کی یعنی رب تعالیٰ کی معلومات کے برابر۔ عطائی کی نفی نہیں ورنہ پھر ان آیات واحادیث میں جن سے اثبات علم غیب ہوتا ہے مطابقت کیونکر ہوئی۔

علامہ ابن حجر فتاویٰ حدیثیہ میں اس قسم کے تمام دلائل کا جواب دیتے ہیں۔

معناها لا یعلم ذالك استقلالاً وعلم احاطة الا الله واما المعجزات والکرامات فباعلام الله تعالیٰ۔

یعنی ان کے معنیٰ یہ ہیں کہ مستقل طور پر (ذاتی) اور احاطہ کے طور پر کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن معجزات اور کرامات پس وہ خدا کے بتانے

سے ہوتے ہیں۔

نمبر۲: مخالفین کے پیش کردہ دلائل کہ رب فرماتا ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں جانتا، یا حضور فرماتے ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا، یا فقہاء فرماتے ہیں کہ جو غیر خدا کے لے غیب جانے وہ کافر ہے۔

یہ خود مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علوم غیبیہ کے تو وہ بھی قائل ہیں صرف جمیع ما کان و ما یکون میں اختلاف ہے اول آیات و اقوال میں تو وہ بھی نہیں بچ سکتے کیونکہ اگر ایک بات کا علم مانا تو ان دلائل کا کیا جواب ہوگا۔

اعتراض نمبر۱: قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغيب الخ۔

آپ فرما دیں کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔ اس آیت سے صاف طور پر علم غیب کی نفی ہے۔

جواب: مفسرین نے اس آیت کی چار توجیھیں کی ہیں۔

اولاً: یہ کہ اس میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔

ثانیاً: یہ کہ اسمیں کل علم کی نفی ہے۔

ثالثاً: یہ کہ کلام تواضع و انکسار کے طور پر بیان کی گئی۔

رابعاً: یہ کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا

ہوں یعنی آیت میں نفی دعویٰ علم غیب کی ہے نہ کہ صرف علم غیب کی۔

تفسیر نیشا پوری میں ہے۔

یحتمل ان یکون ولا اعلم الغیب عطفاً علیٰ لا اقول لکم ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیه دلالة علیٰ ان الغیب بلا استقلال لا یعلمه الا اللّٰه۔

اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ ''لا اعلم'' کا عطف لا اقول لکم'' پر ہو یعنی اے محبوب فرما دو کہ میں غیب نہیں جانتا۔ تو اس میں دلالت اس پر ہو گی کہ غیب بالا ستقلال یعنی ذاتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر بیضاوی: لا اعلم الغیب مالم یوحی الی اولم ینتصب علیه دلیل۔

میں غیب نہیں جانتا جب تک اسکی مجھ پر وحی نہیں کی جائے یا کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

تفسیر خازن: وانما نفی عن نفسه الشریفة هذه الا شیاء تواضعاً للّٰه تعالیٰ واعترا فا للعبودیة فلست اقول شیأین ذالك ولا ادعیه۔

حضور علیہ صلی اللہ وسلم نے ان چیزوں کی اپنی ذات سے نفی فرمائی رب کیلئے عاجزی کرتے ہوئے یعنی اس میں سے میں کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی کسی اور چیز کا دعویٰ کرتا ہوں۔

اعتراض نمبر۲: ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر۔

اس آیت میں بھی علم غیب کی نفی ہے کیونکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرماتے ہیں۔

جواب: اسکے متعلق بھی مفسرین نے کہا ہے کہ آپ نے تواضعاً فرمایا ہے یا اسمیں علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ یا کل معلومات کی۔ دیکھئے جمل وتفسیر خازن علاوہ ازیں علامہ صاوی نے ایک بہترین توجیہ بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔

اوان علمہ بالغیب من حیث انہ لا قدرۃ لہ علی تغییر ما قدر اللہ فیکون المعنیٰ حنیئذٍ لو کان لی علم حقیقی بان اقدر علیٰ ما ارید وقوعہ لا ستکثرت من الخیر۔

حضور علیہ السلام کا علم غیب جاننا نہ جاننے کے برابر ہے کیونکہ آپ کو ان چیزوں کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیں تو معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کرلیتا۔

اقوال: اولاً آیت کی یہ توجیہ نہایت ہی نفیس ہے اس لیے کہ آیت کے یہ معنیٰ ہیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لیے کافی نہیں جبتک کہ خیر حاصل کرنا اور مصیبت سے بچنے پر مستقل قدرت نہ ہو مجھے علم ہے کہ بڑھاپا آئیگا اور اس وقت مجھے یہ تکالیف پہنچیں گی مگر مجھے

بڑھاپے کے رفع کرنے پر قدرت نہیں مجھے آج خبر ہے کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جائے گا مگر میرے پاس آج روپیہ نہیں کہ بہت سا غلہ خرید لوں۔ معلوم ہوا کہ خیر حاصل کرنا مصیبت سے بچنے۔ علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے۔ اور بیان قدرت کا ذکر نہیں تو علم غیب سے وہ علم غیب مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوھیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے ورنہ آیت کے معنیٰ درست نہیں رہتے کیونکہ مقدم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا۔ اور اس کے بغیر قیاس درست نہیں ہوتا۔

یہ آیت مثبت لعلم الغیب ہے اس لیے کہ علم الغیب مقدم ہے اور استکثرت من الخیر تالی ہے یہ شرطیہ متصلہ ہے اور اسکی دو صورتیں ہیں۔ جو منتجہ ہوتی ہیں۔

(۱) استثناء عین مقدم نتیجہ عین تالی

(۲) استثناء نقیض تالی نتیجہ نقیض مقدم

یہاں پر دوسری صورت تو نہیں بن سکتی کیونکہ معنیٰ یہ ہوگا کہ میرے پاس خیر کثیر نہیں لہذا میں غیب نہیں جانتا تو اس صورت پر آیت

ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیرا

یعلمهم الکتب والحکمة

کی مخالفت لازم آئیگی لہذا لامحالہ ماننا پڑیگا کہ یہاں پر استثناء عین مقدم نتیجہ عین تالی ہے یعنی لیکن میں غیب جانتا ہوں اس لیے میں نے خیر کثیر جمع کرلیا ہے۔

اور مجھے سوء مس نہیں کر سکتی۔ فللّٰہ الحمد اولاً و آخراً

اعتراض نمبر ۲: لا یعلم الغیب الا اللّٰہ۔ عندہٗ علم الساع
عندہٗ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔

ان آیات میں حصر و تخصیص موجود ہے جس سے ثابت ہوتا کہ علم غیب خاص
خدا ہے غیر خدا کیلئے علم غیب ثابت نہیں ہے۔

جواب: تقریر جواب سے پیشتر چند باتیں ذہن نشین کر لیں۔

ایک یہ کہ حصر و تخصیص وغیرہ اور جملہ میں منفی مذکور ہو یا مثبت یا دونوں مذکور
ہوں تو جس قسم کی مسند کی نفی یا ثبوت مسند الیہ مخصص یا محصور ہوگا اس قسم کے
مسند کا ثبوت یا نفی غیر محصور علیہ سے ہوگا۔

دوسرا: یہ کہ ایک ہے (۱) عموم السلب اور دوسرا ہے (۲) سلب العموم
اول کی نفی اتنی عام ہوتی ہے کہ موضوع کے کسی فرد کے لیے اس کا کسی زمانہ
میں ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جتنی آیات نفی علم
غیب کے بارے میں آئی ہے اور ان میں تخصیص آئی ہے۔ مثلاً عندہ علم
الساعۃ تو ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت کا علم ذاتی ہے یا عطائی یا مطلق
علم یعنی عام ازیں کہ عطائی ہو یا کہ ذاتی۔

اگر شق اول ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے علم غیب ذاتی ہے تو غیر اللہ سے نفی
اس ذاتی کی ہوگی یا کہ کسی اور کی ہوگی۔ اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تو ذاتی
ہے اور غیر کیلئے عطائی کی نفی ہے تو یہ قاعدہ حصر کے خلاف ہے بلکہ بداہت

عقل اور نفس الامر کے بھی خلاف ہے۔ اور اگر کہو کہ غیر اللہ سے ذاتی کی نفی ہے تو یہی ہمارا مدعیٰ ہے۔

اگر شق ثانی یا ثالث لیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب عطائی ہے یا علم مطلق تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ کیلیئے معطی تسلیم کرنا پڑیگا۔ تو ثابت ہوا کہ

آیت عندہ علم الساعۃ

میں حصر علم غیب ذاتی کا ہے اور غیر اللہ سے نفی علم غیب ذاتی کی ہے اس طرح اور آیات جن میں نفی علم غیب ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ نفی عموم السلب ہے یا سلب العموم

دوسرے لفظوں میں عموم النفی ہے یا نفی العموم

برتقدیر اول لازم آیگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کا علم کسی کو کسی زمانہ میں نہیں دیگا حالانکہ جب قیامت آئیگی تو ابوجہل کو بھی علم حاصل ہو جائیگا یہ تو عموم السلب کا مقتضیٰ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں کسی قسم کی تخصیص آتی ہی نہیں اگر سلب العموم اور نفی الشمول مراد ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ موضوع کے بعض افراد کیلیئے تو ثبوت اور بعض کیلیئے نفی۔ اور اگر عام ہو کہ ثبوت ہو یا نفی ہو تو ان آیات کا یہ معنیٰ ہوا کہ مثلاً علم ساعت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ باقی رہے غیر اللہ تو ان کیلیئے عام ہے ثبوت ہو یا نفی ہو تو ان آیات سے صراحتہً معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب قیامت کا دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں غیر اللہ سے نفی ہو تو اس میں صراحت تو نہیں ہے۔ حضور علیہ

السلام سے نفی ہو تو تم بھی تو غیر اللہ ہو تمہارے اعتبار سے نفی ہے۔

اعتراض نمبر۴:

وما علمنٰه الشعر وما ینبغی له۔ نہیں سکھایا ہم نے آپکو شعر اور آپکے لائق نہیں لہذا آپ کا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم ہے باطل ہو گیا۔

جواب اول: یہ کہ علم کے کئی معنی ہیں۔ جاننا، ملکہ، تجربہ اور مشق یہاں علم کا معنی ملکہ ہے یعنی ہم نے آپکو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا نہ یہ کہ ان کو اچھے بُرے شعر کے پہچاننے کا علم نہیں۔

جواب دوم: یہ کہ شعر سے مراد اجمالی کلام ہے۔ یعنی ہم نے آپکو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے۔ نہ کہ معمے اور اجمالی باتیں جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے۔

اعتراض نمبر۵:

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ جب حضور علیہ السلام کو اپنے اور اپنی امت کے انجام کا علم نہیں تو پھر علم غیب کس طرح ہے؟

اس کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں۔

اول: یہ کہ اس آیت میں درایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔

درایت اٹکل اور قیاس کو کہتے ہیں۔ یعنی اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے

ہیں۔ تو پھر اس آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ میں بغیر وحی کے اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ وحی سے جانتا ہوں۔

دوم: یہ کہ آیت حضور علیہ السلام کو باتیں بتانے سے پہلے نازل ہوئی۔ لہذا یہ منسوخ ہے۔ تفسیر صاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

ماخرج علیہ السلام من الدنیا حتی علمہ اللہ فی القرآن مایعمل بہ وبالمؤمنین فی الدنیا والآخرۃ اجمالا و تفصیلاً۔

حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انکو قرآن میں بتا دیا کہ آپکے ساتھ اور مومنین کے ساتھ دنیا میں اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔

ملا عبدالرحمٰن ابن محمد الرشقی۔ رسالہ ناسخ ومنسوخ میں فرماتے ہیں

ما ادری ما یفعل بی ولا بکم نسخ بقولہ انا فتحنا لك فتحا مبینا

رہا نسخ خبر کا اعتراض تو بعض علماء نے اسے جائز رکھا ہے جیسا کہ ان تبدوا ما فی انفسکم۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔ سے منسوخ ہے۔

اس کو علامہ فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

لا تعلمهم نحن نعلمهم۔

آپ منافقوں کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

اس آیت سے نفی علم غیب ثابت ہوتی ہے۔

جواب: یہ آیت ولتعرفنهم فی لحن القول سے منسوخ ہے۔

اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ آپ یہ نہیں جانتے کہ ہم انہیں عذاب کیا دیں گے عذاب دینا ہم جانتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۷:

یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کو روح کا علم نہیں تھا لہذا یہ کلیہ باطل ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو ہر چیز کا علم ہے۔

جواب: اس مین کہیں بھی نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم نہیں تھا کہ روح کیا چیز ہے اور نہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے روح کا علم نہیں ہے لہذا آیت سے نفی علم روح ثابت کرنا غلطی ہے بلکہ پوچھنے والوں کو کہا جا رہا ہے کہ تم کو روح کا بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ تمہیں روح کی حقیقت کا علم نہیں۔

قل الروح من امر ربی کا معنیٰ

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی نے سیف چشتیائی میں محی الدین ابن عربی سے

نقل فرمایا کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ عالم بہت ہیں۔ عالم عناصر۔ عالم ارواح۔ عالم امکان تو روح عالم امر کی چیز ہے اور تم لوگ عالم عناصر سے تعلق رکھتے ہو لہذا روح کی حقیقت نہیں جان سکتے کیونکہ اے یہودیو اور کافرو تمہیں بہت کم علم دیا گیا۔

بحث حاضر و ناظر

اہلسنت والجماعت کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام حاضر بروحہ اور ناظر ببصرہ ہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام مدینہ منورہ میں اپنی قبر انور میں تشریف رکھتے ہوئے ساری کائنات کو دیکھ رہے ہیں اور اپنی روحانیت کے ساتھ ہر ذرے کے ساتھ ہیں جیسے بلاتمثیل، سورج وسط سماء میں ہوتے ہوئے ساری دنیا پر ضوء فگن ہے اور ہر ذرہ کائنات کے ساتھ ہوتا ہے اس طرح اگر آپ اپنے جسم اقدس سے کسی کے پاس تشریف لے جائیں تو بعید نہیں بلکہ ممکن ہے اور امر واقع ہے۔

حضور وعدم حضور نظر یا عدم نظر کیلئے قرب و بعد کیلئے شرط نہیں جہاں تک کائنات میں ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو اس طور پر کہ تصرف کر سکیں وہاں تک ہم حاضر ہیں آسمان تک ہماری نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور چونکہ وہاں تک ہماری دسترس نہیں ہے ہم حاضر نہیں ہیں اور جس طرح وہ آدمی جو اپنے گھر یا مکان میں ہو اس میں وہ حاضر بھی ہے ناظر بھی۔

عالم میں حاضر و ناظر کا شرعی معنیٰ یہ ہے کہ صاحب قوت قدسیہ ایک ہی جگہ میں رہ کر تمام عالم کو اپنی کف دست کی طرح دیکھے اور قریب و بعید کی آوازیں سنے۔

لغوی معنیٰ: حاضر کا لغوی معنیٰ، سامنے موجود ہونا، بحوالہ مصباح منیر۔

ناظر کا لغوی معنیٰ: ناظر کے کئی معنیٰ ہیں۔

دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ، آنکھ کا پانی

مصباح منیر قاموس۔ مختار الصحاح

حاضر و ناظر کا ثبوت از آیات قرآنیہ:

آیت نمبر۱: یا ایھا لنبی انا ارسلنك شاھداً ومبشراً ونذیراً۔

آیت نمبر۲: وکذالك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شھداء

آیت نمبر۳: فکیف اذا جئنامن کل امة بشھید۔

آیت نمبر۴: لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم۔

آیت نمبر۵: ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفرو اللّٰه۔

آیت نمبر۶: وما ارسلنٰك الا رحمة للعلمین۔

آیت نمبر۷: ماکان اللّٰه لیعذ بھم وانت فیھم۔

آیت نمبر۸: واعلموا ان فیکم رسول اللّٰه۔

آیت نمبر۹: وکذالك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض

آیت نمبر۱۰: الم تر کیف فعل ربك باصحب الفیل۔

آیت نمبر۱۱: الم تر کیف فعل ربك بعادٍ۔

آیت نمبر۱۲: الم یروا کم اهلکنا قبلهم من قرن۔

آیت نمبر۱۳: واذ قال ربك للملئکة انی جاعل فی الارض۔

آیت نمبر۱۴: النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم۔

آیت نمبر۱، ۲، ۳، ۴ کی وضاحت یہ ہے کہ

شہید اور شاہد کی مصدر شہادت ہے۔

امام راغب اصفہانی مصنف مفردات فرماتے ہیں۔

الشهادة والشهود هو الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة لكن الشهود بحضور المجرد اولیٰ والشهادة بالمشاهدة اولیٰ وقوله علم الغيب والشهادة۔ ای مايغيب عن حواس الناس وبصائرهم وما يشهدنه بهما مفردات۔

الشہید

الشهدأ جمع شهيد بمعنى الحاضر اوالقائم بالشهادة او الناصر او الامام۔

وجہ تسمیہ

وكانه سمى به شهيداً لانه يحضر المجالس وتبرم بمحضره الامور۔

شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مجلس میں حاضر ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ معاملات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

تفسیر مدارک۔ تفسیر بیضاوی۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر

شہید، کا مطابقی معنیٰ دیکھ کر بتانے والا۔ اور تضمنی معنی بتانے والا ہے۔

لہذا جہاں دوسرا معنیٰ مراد لیا جائیگا وہاں قرینے کی ضرورت پڑے گی۔

شہادت

شہادت دو قسم پر ہے۔ شہادت عینی، شہادت سماعی

پہلی اصل ہے اور دوسری اسکی فرع

اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں کہیں گی کہ ہمارے تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہیں پہنچائے۔ انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے پیغام پہنچا دیئے تھے۔ اور اپنی گواہی کیلئے امت مصطفیٰ ﷺ کو پیش کریں گے۔ انکی گواہی پر اعتراض اور جرح ہوگی کہ تم نے تو پیغمبروں کو دیکھا نہیں اور نہ ہی انکا زمانہ پایا تو تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو امت محمدیہ عرض کریگی

چنانچہ وہ مسلمان ہو کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہل و مال کو واپس کر دیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کریمانہ عنایت کو دیکھ کر مالک بن عوف کے سینہ میں جذبہ تشکر پیدا ہوا اور ان کا دل اس قدر متاثر ہوا کہ انہوں نے جوش عقیدت میں فوراً ہی نعت میں ایک قصیدہ مدحیہ پڑھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔

ما ان رأیت ولا سمعت بواحد

فی الناس کلھم کمثل محمد

اوفی فاعطیٰ للجزیل لمجتد

ومتی تشا یخبرك عما فی غد

یعنی تمام انسانوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ میں نے دیکھا نہ سنا جو سب سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والے اور سب سے زیادہ مال کثیر عطا فرمانے والے ہیں اور تم جب چاہو ان سے پوچھ لو وہ کل آئندہ کی خبر تم کو بتا دیں گے۔ روایت ہے کہ آپ یہ اشعار سن کر خوش ہوئے اور انہیں ایک حلہ بطور انعام عطا فرمایا۔ (حاشیہ الدولۃ المکیہ ص ۱٦۷)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں دو اشعار بیان فرمائے ہیں۔

(۲) نبی یریٰ مالا یری الناس حولہ۔ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

حضور علیہ السلام نے حضرت زید جعفر اور ابن رواحہ کی خبر موت آنے سے
پہلے لوگوں کو سنائی فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے لے لیا اور وہ شہید ہو گئے
یہاں تک کہ جھنڈا اللہ تعالیٰ کی تلوار حضرت خالد بن ولیدؓ نے لے لیا اور اللہ
تعالیٰ نے انکو فتح عطا فرما دی۔ اس سے بھی حضور علیہ السلام کا ناظر ہونا
ثابت ہو گیا۔

حدیث نمبر ۴: حضور علیہ السلام نے نماز کسوف پڑھائی بحالت نماز ہاتھ
مبارک اٹھایا جیسے کچھ لینا چاہتے ہیں بعد نماز صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول
اللہ نماز میں یہ جنبش کیسی تھی فرمایا کہ مجھ پر جنت پیش کی گئی۔ میں نے چاہا
کہ اس کا ایک خوشہ توڑ لوں مگر چھوڑ دیا کہ لوگوں کا ایمان بالغیب ثابت
رہے اور اگر میں یہ توڑ لیتا تو تا قیامت تم اسے کھاتے رہتے یہ ختم نہ ہوتا۔
اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مدینہ میں کھڑے ہیں اور ہاتھ اٹھایا اور
اسے جنت میں پہنچا دیا جسم مدینہ میں ہے تو ہاتھ جنت الفردوس کے خوشہ
پر۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں۔ مذکورہ احادیث
مبارکہ سے بالصراحت ثابت ہو گیا کہ پیغمبر مصطفیٰ علیہ السلام حاضر و ناظر
ہیں اور امت کے اعمال و احوال سے مکمل باخبر ہیں۔

اقوال علماء امت

درمختار جلد سوم باب المرتدین بحث اولیاء میں ہے۔
یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔ یا حاضر و ناظر کفر نہیں ہے۔

درمختار جلد اول باب کیفیۃ الصلاۃ میں ہے۔

ویقصد بالفاظ التشھدات الانشاء کانہ یحی علی اللہ

ویسلم علی نبیہ نفسہ۔

التحیات کے لفظوں میں انشاء کا ارادہ کرے گویا کہ نمازی رب کو تحیہ اور خود نبی

علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔

شامی میں اس عبارت کے تحت لکھا ہے

ای لا یقصد الاخبار لا لحکایۃ عن ماوقع فی المعراج منہ

علیہ السلام ومن ربہ ومن الملائکۃ۔

یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ

السلام، رب تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ہوا۔

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں اور

التحیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جان کر سلام عرض کرے۔

مجمع البرکات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں۔

وے علیہ السلام براحوال واعمال امت مطلع است بر

مقربان وخاصان درگاہ خود از مفیض و حاضر و ناظر

است۔

ملا علی قاری مرقات میں باب مایقال عندمن حضرہ الموت کے آخر میں

فرماتے ہیں

ولا تباعد عن الاولياء حیث طویت لھم الارض و حصل لھم الارض وحصل لھم ابدان مکتسبة متعددة وجدو ھا فی اماکن مختلفة فی آن واحد۔

یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں مختلف جگہوں پر موجود ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

امام غزالی نے احیاء العلوم جلد ایک باب چہارم فصل سوم
نماز کی باطنی شرطوں میں بتاتے ہیں۔

واحضر فی قلبك النبی علیه السلام وشخصه الکریم وقل السلام علیك ایھاالنبی۔

اور اپنے دل میں نبی علیہ السلامؐ اور آپکی ذات پاک کو حاضر سمجھتے ہوئے السلام علیک ایھا النبی کہے۔

علامہ سیوطی۔ انباء الاذکیا فی حیاۃ الاولیاء ص۴ میں فرماتے ہیں۔

النظر فی اعمال امته والاستغفار لھم من السیات والدعاء بکشف البلاء عنھم والتردد فی اقطار الارض والبرکة فیھا وحضور جنازۃ من صالحی امته فان ھذہ الامور من اشغاله کماوردت بذالك الحدیث۔

اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا، انکے کے لیے گناہوں سے استغفار کرنا، ان سے دفع وبال ومصیبت کیلئے دعا کرنا، اطراف زمین میں آنا جانا، اس

میں برکت دنیا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا یہ حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسا کہ احادیث اور آثار میں آیا ہے۔

علامہ سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔

ان اعتقد الناس ان روحه و مثاله فی وقت قرأت المولود و ختم رمضان وقرأت القصائد يحضر جاز

اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور آپکی مثال۔ مولود شریف پڑھتے وقت، ختم قرآن اور نعت خوانی کے وقت آتی ہے یا حاضر ہوتی ہے تو جائز ہے۔ ناجائز نہیں اور نہ ہی شرک ہے جیسے کہ کئی لوگ اس کو کفر و شرک سے تعبیر کرتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں۔

مخالفین کے اقوال

تحذیز الناس ص ا میں مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم۔

اس آیت مبارکہ کو دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوئی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ انکی جانوں کو بھی انکے ساتھ حاصل نہیں۔ یہاں اولیٰ بمعنیٰ اقرب ہے۔

امداد السلوک میں مولوی رشید احمد گنگوھی لکھتے ہیں۔

ہم مرید یقین داند کہ روح شیخ مقید بیك مکان نیست ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دوراست اما روحانیت دور نیست چوں ایں امرمحکم دار د ہر وقت شیخ رابیاد کار داند بربط قلب پیدا آیدو ہر دم مستفیض بود مرید درحال واقعہ محتاج شیخ بود شیخ رابقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ القاء خواہد کرد مگر ربط تام شرط است و بسبب رطب قلب شیخ رالسان قلب ناطق میشود سوئے حق تعالیٰ راہ سے کشائد وحق تعالیٰ او را مجدث بکند۔

مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں۔

جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر کرے اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے۔

واقعہ حالت میں مرید پیر کا محتاج ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کرے زبان حال سے اس سے مانگے۔

پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القاء کرے گی مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اس تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ

کھل جاتی ہے اور اللہ اسے صاحب الہام کر دیتا ہے۔

مسک الختام میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ص ۲۴۳ میں فرماتے ہیں کہ التحیات میں السلام علیک سے خطاب ہے اور یہ خطاب اس لیے ہے کہ حضور علیہ السلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں لہذا نمازی کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔

ان تمام عبارات سے آپکا حاضر و ناظر ہونا بخوبی ثابت ہوگیا۔

اعتراضات

اعتراض نمبر۱: قرآن کریم نے فرمایا وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم۔

اس سے معلوم ہوا کہ گذشتہ زمانے کے واقعات میں آپ وہاں موجود نہ تھے لہذا آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب: ان آیات میں نفی حضور بجسدہ کی ہے نہ کہ بروحہ کی اور ہم حضور بروحہ کے قائل ہیں فلا اشکال علیہ۔

ہاں آپ کا مشاہدہ ضروری رہا ہے۔

علامہ صاوی نے "وما کنت بجانب الطور کی تفسیر میں فرمایا ہے

وھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ علی الخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل رسول و ما وقع لہ من آدم الی ان ظھر بجسمہ الشریف۔

یعنی یہ فرمانا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے۔ جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانیت کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آپ کے جسمانی ظہور تک تمام واقعات پر حاضر و ناظر ہیں۔

اعتراض نمبر۲: فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر

جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

جواب: فتاوی بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر کہا گیا ہے وہ حاضر و ناظر وہ ہے جو کہ صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی قدیم، واجب بغیر کسی جگہ میں ہوتے ہوئے ایسا موجود و بصیر ہونا رب العلمین کی صفت ہے کہ وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں، لہذا حضور اس طرح حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

اعتراض نمبر۳: اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو پھر اندھیرا کیوں ہوتا ہے لہذا یا تو حضور نور نہیں اگر ہیں تو پھر حاضر و ناظر نہیں۔

جواب اول: قرآن مجید، فرشتے اور اللہ تعالیٰ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر ہیں لیکن اندھیرا ہوتا ہے لہذا یا فرشتے قرآن اور خدا نور نہیں اور اگر نور ہیں تو حاضر و ناظر نہیں۔

جواب دوم: حضور علیہ السلام کی روحانیت کو دیکھنے کیلئے بصیرت کے نور کی ضرورت ہے بعض مقبول لوگ اب بھی سرکار دو عالم ﷺ کے نور کا مشاہدہ

کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر۴: اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو آپ حضرات نماز میں امامت کیوں کراتے ہیں ہر جگہ حضور ﷺ ہی امام ہونے چاہئیں۔

جواب: کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ نبی کی موجودگی میں دوسرا امامت نہیں کرا سکتا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور علیہ السلام کی حیات انور میں سترہ (۱۷) نمازیں پڑھائیں نیز یہ کہ امامت کیلئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو اور نظر بھی آئے۔

حضور علیہ السلام حاضر ہیں لیکن منظور نہیں۔

علاوہ بریں نماز اس عالم کی چیز ہے حضور علیہ السلام عالم برزخ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور حضور ﷺ پر اب نماز فرض نہیں لہٰذا ہم پر فرض ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ فرض والا نفل والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

والله اعلم بالصواب

مسئلہ التوسل والاستمداد

ہمارا عقیدہ ہے کہ اعمال صالحہ و مقربین بارگاہ الٰہی کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور مقربین کو متصرف فی الارض، مخلوق، عبد اعتقاد کرتے ہوئے ان سے مدد مانگنی جائز ہے۔ ہاں اگر انہیں متصرف بالذات، واجب الوجود، قدیم اور خالق بالذات خدا سمجھ کر پکارا جائے یا ان سے مدد لی جائے تو یہ شرک ہے۔

ایاک نعبد

نعبد عبادۃ سے مشتق ہے۔ عبادت، دعا اور ندا ان تینوں کے معنیٰ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

ندا: ندا کا لغوی معنیٰ پکارنا ہے اور اصطلاح میں منادیٰ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا۔ ندا چھ قسموں پر مشتمل ہے۔

ندا فرض، ندا واجب، ندا سنت،

ندا مکروہ، ندا مستحب، ندا حرام و شرک

ندا فرض: جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا قل یاایھا الکفرون۔

ندا واجب: جیسا کہ تشہد میں ہے

السلام علیک ایھا النبی۔

ندا سنت: جیسا کہ اقامت (تکبیر) میں

حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح۔

ندا مکروہ: کسی شخص کو برے کام کیلئے بلانا۔

ندا مستحب: کسی کو مستحب کام کیلئے بلانا جیسے نوافل ۔ درود کی طرف

ندا حرام و شرک: غیر اللہ کو مستحق عبادت یا متصف بصفات الٰہی جان کر اسے پکارنا۔

دعا کے چھ معنی

پکارنا: بلانا جیسے یوم ندعوا کل اناس با مامھم

تذکیر وعظ: جیسے دعوت قومی لیلاً و نھارا

استعانت: جیسے وادعوا شھداء کم من دون اللہ

التجا کرنا: جیسے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیہ۔

آرزو وتمنا: ولکم فیھا ماتدعون۔

عبادت کرنا: ولا تدعوا مع اللہ الھا آخر۔

اس تفصیل کے بعد ہر جگہ دعا کا معنیٰ پکارنا۔ کرنا جہالت و گمراہی ہے۔

ایاک نستعین

نفی استعانت میں منکرین کی طرف سے ایاک نستعین کو پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگنی چاہیے غیر اللہ سے مدد مانگنی ناجائز ہے۔

حصر استعانت کے دو طریقے ہیں۔

اول: یہ کہ ایاک نستعین کا مفعول مقدم ہے اور یہ قانون ہے۔

تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر۔

دوم: یہ کہ بسم اللہ کا متعلق نستعین ہے معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مدد مانگتے ہیں نہ کہ کسی نبی ولی سے۔

جواب سے پہلے تمہید ہے وہ یہ کہ لغت میں حصر کا معنی بند کرنا ہے۔

اصطلاح میں ''اثبات الحکم للمذکور و نفیه عما عداہ''

یعنی مذکور چیز کیلئے حکم کو ثابت کرنا اور غیر سے اس حکم کی نفی کرنا جیسے ایاک نعبد میں ہے۔

حصر کا دوسرا نام قصر ہے قصر دو قسم ہے۔

قصر الموصوف علی الصفت

قصر الصفت علی الموصوف

قصر الصفت علی الموصوف

صفت کا موصوف پر بند کرنا کہ یہ صفت اس موصوف کی ہے غیر کی نہیں۔

قصر الموصوف علی الصفت

موصوف کا ایک صفت پر بند کرنا یعنی موصوف کی ایک ہی صفت ہو۔

انما انا بشر مثلکم میں انا موصوف ہے۔ بشر مثلکم صفت ہے اگر قصر الموصوف علی الصفت ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ بشر انا میں بند ہے یعنی میں صرف بشر ہوں نہ نبی نہ رسول اور نہ کوئی اور شئ اگر آیت میں قصر الصفت علی الموصوف ہو تو معنیٰ یہ ہو گا کہ آپ ہی بشر ہیں کوئی اور بشر نہیں۔ دونوں یہاں پر صحیح نہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے۔

اول: قصر الموصوف علی الصفت حقیقی

دوم: قصر الموصوف علی الصفت مجازی

پہلی ایسی قسم ہے جسکی کتابوں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

دوسری کی مثال جیسے وما محمد الا رسول ہے۔

ان کے علاوہ دوسری دو قسمیں اور ہیں۔

قصر الصفت علی الموصوف حقیقی

جیسے لا الہ الا اللہ

قصر الصفت علی الموصوف مجازی

ایاک نستعین

اس تمہید کے بعد اب جوابات ملاحظہ ہوں۔

جواب اول: بسم اللہ کا متعلق نستعین بنانے پر دلیل پیش کرو۔

جواب دوم: اگر بقول شما بسم اللہ کا متعلق نستعین ہو تو ہمیں مضر نہیں بلکہ آپ کے مدعا کے خلاف ہے کیونکہ اس وقت معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ کے اسم سے مدد چاہتا ہوں اسم اور مسمّٰی اصح مذہب پر مغائر ہوتے ہیں لہذا استعانت اسم سے ہوگی۔

اور اسم اصل میں وسم ہے۔ اور وسم بمعنی علامت ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کی علامت سے مدد چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی علامت سے اعظم علامت حضور علیہ السلام ہیں اور اگر بقول

ضیعف اسم اور اللہ متحد ہو جائے تو پھر بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہے کہ لفظ اللہ ایک کلمہ ہے اور کلمہ مخلوق ہے لہذا استعانت عن الخلق ثابت ہوئی اور استعانت کا حصر نہ رہا۔

نستعین ثلاثی مزید فیہ ہے اس کا مجرد عین ہے یا عون بر تقدیر اول نفی استمداد پر دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس وقت معنیٰ یہ ہوگا کہ الٰہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے بعد تجھ ہی سے تیرا مشاہدہ طلب کرتے ہیں کما اقتضاہ المقام اس لیے کہ عبادت کے بعد مشاہدہ کی طلب ہوتی ہے نہ کہ امداد کی۔

یہی معنیٰ تفسیر عزیزی۔ تفسیر عرائس البیان اور ابن عربی نے بیان کیے ہیں۔ بہر کیف نستعین، دونوں معنوں کا متحمل ہے اور قاعدہ ہے کہ

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

جواب چہارم: مولوی محمود الحسن دیو بندی نے نستعین پر حاشیہ لکھا ہے کہ استعانت حقیقی فقط اللہ تعالیٰ سے ہی ہے لیکن اگر کوئی شخص مقبول خدا سے اسے غیر مستقل جان کر استعانت کرے تو جائز ہے اور درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہوگی۔

جواب پنجم: ایاک نستعین میں حصر ہے اور حصر میں غیر کی نفی اشارۃً ہوتی ہے۔

اشارۃ النص سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد نہ مانگو اور ادھر۔ استعینوا

بالصبر والصلوٰۃ اور اعینونی بقوۃ سے غیر اللہ سے امداد مانگنا جائز ہو رہا ہے۔ یہ عبارت تو نص ہے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ اشارۃ النص اور عبارۃ النص کا مقابلہ ہو تو ترجیح عبارۃ النص کو ہو گی لہذا ارجح مذہب جواز استعانت ہے۔

مسئلہ نور

قد جاء کم من اللہ نور و کتٰب مبین۔

حضور علیہ السلام بشریت و نورانیت دونوں سے متصف ہیں۔

کبھی بشری مقتضیات کا ظہور ہوتا تھا اور کبھی نوری مقتضیات کا۔ فلا اشکال علیہ۔ آپ کی یہ نورانیت حسیّہ، حقیقیہ، جسمانیہ ہے نہ کہ معنویہ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے۔ جواہر البحار ص ۱۰۲ شرح فقہ اکبر ص ۴۷ سیرت حلبیہ میں ہے

وانہ علیہ السلام ھوا النور لمحیط بالعرش والکرسی واللوح المحفوظ والقلم والسماء والارض والجنۃ والنار وجمیع العالم۔

حضور علیہ السلام کا نور عرش، کرسی، لوح محفوظ، قلم آسمان، زمین، جنت، نار اور تمام کائنات کو محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ قد جاء کم من اللہ نور و کتٰب مبین۔

اعتراض: تمام مفسرین نے نور سے مراد قرآن لیا ہے اور واؤ کے تفسیری

ہونے کا قول کیا ہے اور نور سے مراد حضور علیہ السلام کے قول کو قیل سے ذکر کیا ہے۔ جو کہ ضعف کی طرف دلالت کرتا ہے معلوم ہوا کہ نور سے مراد قرآن کریم ہے نہ کہ حضور علیہ السلام لہذا آپکا مدعیٰ ثابت نہ ہوا۔

جواب: روح المعانی نے وضاحت کی ہے کہ نور سے مراد قرآن لینے والا زمخشری معتزلی ہے اور چونکہ معتزلہ اپنے آپکو حنفی کہلاتے تھے بنا بریں اہلسنت کے مفسرین نے انکی حنفیت کی وجہ سے مغالطہ میں آکر قرآن مراد لیا۔

واوٴ کا حقیقی معنیٰ عطف ہے اور عطف میں معطوفین ایک دوسرے کا غیر ہوتے ہیں اور واوٴ کو تفسیری بنانا یہ مجاز ہے تو جب ہم حقیقت پر محمول کر سکتے ہیں تو مجاز کا خواہ مخواہ بلاقرینہ کیوں ارتکاب کیا جائے لہذا یہاں نور سے مراد حضور علیہ السلام ہی ہیں۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے رسالہ ''النور'' میں لکھا ہے۔

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ کیوں ہو پھر مل کر نور علیٰ نور

شفا شریف میں ہے۔

قال کعب وابن جبیر المراد بالنور الثانی ای فی مثل نورہ محمد ﷺ

حیات عیسیٰ علیہ السلام

قولہ تعالیٰ۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ نہ تو آپ قتل کیے گئے اور نہ ہی سولی پر چڑھائے گئے جیسے یہود ونصاریٰ کا عقیدہ ہے اور نہ ہی وفات پا گئے اور نہ ہی زمین میں دفن کیے گئے جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں بلکہ زندہ ہیں اور آپکو زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا گیا۔ قرب قیامت کو نزول فرما کر راہ ھدایت بتائیں گے۔

اس آیت میں اسی کی تصریح کی گئی ہے کیونکہ قانون یہ ہے کہ رفع کا صلہ جب الیٰ ہو تو بمعنی رفع الی السماء ہوتا ہے نہ کہ رفع باعتبار رتبہ کے۔

قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب۔

سے وفات عیسیٰ پر مرزائی دلیل نہیں پکڑ سکتے اس لیے کہ آپکا یہ قول قیامت کے دن ہوگا۔

یااللہ نزول کے بعد قرب قیامت میں جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی محافظ تھا۔

ختم نبوت

صحابہ کرام سے اس وقت تک اھل حق کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت ختم ہوگئی ہے آپکے بعد نہ کوئی ظلی نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی بروزی نبی

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک اور بھی حدیث ہے۔

یا علی انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ علیہ السلام الا انہ لا نبی بعدی۔

ان دونوں حدیثوں میں لانفی جنس کیلئے ہے اس نے جنس نبوت کی نفی کر دی ہے جیسے لا الہ الا اللہ میں نفی جنس الوھیت ہے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے بعد جنس نبوت کی ہی یکسر نفی کر دی اور خاتمہ کر دیا لہذا نبی علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور محال ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لو کان ابراھیم حیا کان نبیا۔

یہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے مقدم، حیات ابراہیم، تالی لکان نبیا۔

قضیہ شرطیہ متصلہ کی دو صورتیں منتجہ ہوتی ہیں۔

(۱) استثنا عین مقدم نتیجہ عین تالی

(۲) استثناء نقیض تالی نتیجہ نقیض مقدم

لکنہ حی۔ وھو نبی۔ یہ صورت تو بن ہی نہیں سکتی۔

لکنہ لیس بنبی۔ فلیس بحی۔ اب امکان نبوت ختم ہو گیا۔

سوال نمبر۴: ان الذین یکتمون ما انزل اللّٰہ من البینات والھدی ''میں''ما کا بیان معجزات اور نبی ہے۔

معجزات کا نزول تو ممکن ہے اور نبی کا نزول کیسے ممکن ہے؟

تمام شد تقاریر دورہ تفسیر القرآن نومبر 1970ء

بمقام جامع مسجد حنفیہ محلہ کشمیری ساد ہواں لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

عطاء الغفور فی تفسیر شفاء لما فی الصدور

المعروف بہ

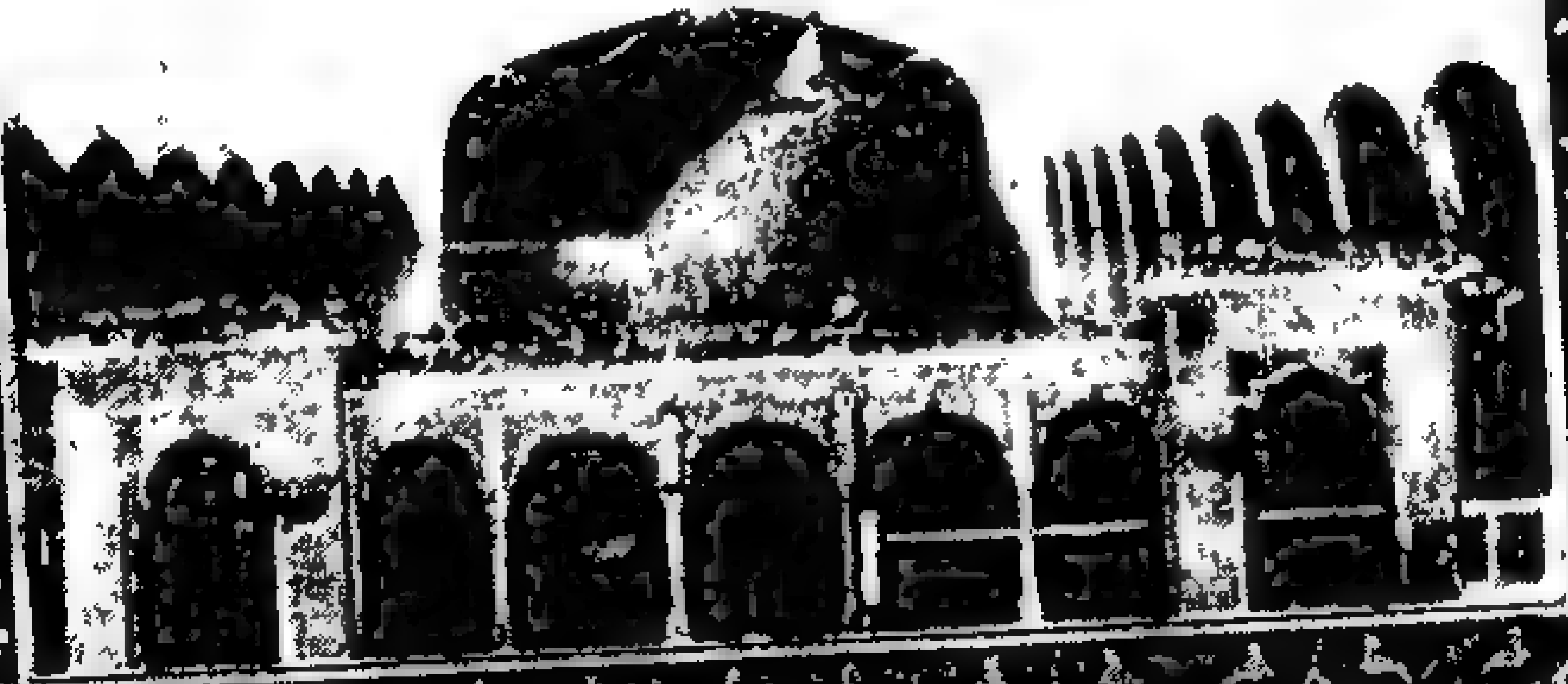
الفیضان

(پارہ اول)

[illegible]

[illegible] مقصود احمد چشتی قادری

[illegible] حضرت داتا گنج بخش لاہور



تقاریرِ دورہ تفسیر القرآن

فیوضُ الشیخین

حصہ دوم

استاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث

الحاج علامہ مولانا محمد مقصود احمد چشتی قادری

مکتبہ چشتیہ قادریہ

کچا رشید روڈ دربار مسپتال لاہور

نام کتاب: ——— فیض الشیخین

مصنف: ——— علامہ مقصود احمد قادری چشتی

صفحات: ——— 320

بار اوّل: ——— یکم اپریل 2004ء

تعداد: ——— 1100

ہدیہ: ——— 135-00 روپے

ملنے کا پتہ:

کرمانوالہ بک شاپ

دکان نمبر 2 دربار مارکیٹ، لاہور 7249515

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے اساتذہ کرام کی پُر خلوص دعاؤں اور شفقتوں سے جامع مسجد حنفیہ محلہ کشمیری سادھواں لاہور میں 1970ء میں پہلا دورۂ تفسیر القرآن پڑھایا جس میں تقریباً 52 طلبہ شریک ہوئے۔ ایک ماہ کے اس مختصر کورس میں مبادیات تفسیر اور عقائد اسلامیہ کے بارے میں مضبوط دلائل سے طلبہ کو نوٹس تحریر کروائے۔ کورس کے اختتام پر طلبہ کو اسناد اور انکی دستار بندی کروائی گئی۔ اس موقعہ پر جناب جسٹس شمیم حسین قادری مرحوم بھی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے طلبہ کی دستار بندی میں حصہ لیا اور اسناد پر دستخط ثبت فرمائے۔ علامہ مولانا محمد صدیق فیضی (جو کہ ڈویژنل پبلک سکول لاہور میں شعبہ عربی کے صدر ہیں) نے اول انعام حاصل کیا جبکہ مولانا صاحبزادہ محمد حفیظ الرحمٰن معصومی مرحوم نے دوسرا انعام حاصل کیا۔ علماء نے بیحد اصرار کیا کہ دورۂ تفسیر القرآن کی تقاریر کو شائع کروایا جائے۔ چنانچہ تقاریر دورۂ تفسیر القرآن پر نظر ثانی کر کے انہیں منظر عام پر افادۂ عوام و خواص کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کا نام فیوض الشیخین رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

محمد مقصود احمد چشتی قادری

خطیب جامع مسجد داتا دربار

لاہور، پاکستان

01-01-2001

فہرست مضامین تقاریر دورہ تفسیر القرآن حصہ دوم

انتساب

ریر دورۂ تفسیر القرآن اپنے مشفق و محقق اساتذۂ کرام جامع المعقول

نقول الحاج مولانا العلامہ الحافظ **عطاء محمد بندیالوی** علیہ الرحمۃ اور

سر قرآن شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا **محمد عبدالغفور ہزاروی** علیہ

حمۃ کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ جنکے علمی فیوض و برکات سے میں اس

بل ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام اساتذۂ کرام کے برزخی درجات کو بلند

مائے۔ آمین ثم آمین

محمد مقصود احمد چشتی قادری

خطیب جامع مسجد داتا دربار لاہور

01-04-2001

مقدمۃ التفسیر

قرآن اللہ کی کتاب ہے

''قرآن اللہ کی کتاب ہے'' یہ دعویٰ نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر مخالف کو یہ دعویٰ تسلیم کرالیا جائے تو مخالف کو قرآن کا ایک ایک مسئلہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ جس میں توحید' رسالت، حشر ونشر، نماز، حج، زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ مسائل مذکور ہیں۔

دعویٰ

قرآن اللہ کی کتاب ہے

دلیل

اس دلیل کی توضیح سے پہلے ایک قاعدہ سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ انسانی چیز وہ ہے جس کی مثل انسان بنا سکے اور قدرتی چیز وہ ہے جو کہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہو۔ ہوائی جہاز ایک انسانی مصنوع ہے اس جیسے ہوائی جہاز وغیرہ انسان کارخانوں میں تیار کرتے ہیں لیکن مکھی مچھر جو کہ چھوٹے اور کمزور ہیں انسان ان کے بنانے سے عاجز ہے۔

اسی قاعدہ کے مطابق کفار عرب کو کہا گیا کہ اگر تمہیں قرآن کے کتاب الٰہی ہونے میں کچھ شک ہے تو اور معجزات تو کیا صرف اس کلام کا مقابلہ کرو۔ کیوں کہ حضور ﷺ بھی انسان ہی ہیں۔ تمہارے ملک میں پیدا ہوئے۔ تم

بظاہر بڑے زبان دان، علم والے، فصیح و بلیغ ہو تم نے ہر قسم کے مجمعے اور میلے دیکھے ہیں، علماء اور شعراء کے کلام سنے ہیں۔ اہل علم اور مؤرخین کی صحبتیں اختیار کیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کسی مکتب میں تعلیم کے لئے گئے اور نہ ہی کسی عالم کے شاگرد بنے۔ تم میں اور ان میں اس قدر فرق ہوتے ہوئے تمہیں دعوت دی جاتی ہے کہ وہ تو اکیلے سارا قرآن پڑھ کر سناتے ہیں۔ تم پورے ملک عرب کے علماء وفضلاء، شعراء وفصحاء جمع ہو کر اس کے مقابلہ میں پورا قرآن یا دس سورتیں یا کم سے کم چھوٹی سے ایک سورت ہی بنا کر لاؤ۔ اگر بہت کوشش کے بعد تم ایک سورت بنا کر لے آئے تو سمجھنا کہ قرآن خدا کی کتاب نہیں ہے۔ اور اگر تم سب مجبور ہو جاؤ تو مذکورہ قاعدہ کے مطابق سمجھ لو کہ قرآن بشر کا کلام نہیں ہے۔ دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ قرآن مجید کا یہ عظیم چیلنج تین مراحل سے گزرا اور کسی مرحلہ پر بھی اس کا جواب نہ دیا جا سکا۔

پہلا مرحلہ

قرآن عظیم نے چیلنج دیتے ہوئے کہا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً (بنی اسرائیل :۸۸)

''اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر آدمی اور جنات جمع ہو کر اس بات پر آمادہ ہوں کہ قرآن کی طرح کا اور کوئی کلام بنالائیں تب بھی اس جیسا (بنا کر) نہیں لا سکتے۔ اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار (معین) ہی کیوں نہ ہوں۔

دوسرا مرحلہ

قرآن عظیم نے اس چیلنج کو اور آسان کر دیا اور کہا قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات (ھود ۱۳)

''ان سے کہو کہ (اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ میں نے یہ قرآن اپنے دل سے بنایا ہے) تو تم بھی اس طرح کی بنائی ہوئی زیادہ نہیں دس سورتیں ہی لے آؤ۔

تیسرا مرحلہ

قرآن عظیم نے اپنے چیلنج کو آسان ترین بنا دیا اور کہا کہ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین (البقرۃ ۲۳)''اور یہ قرآن جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر اتارا ہے۔ اگر تم کو اس میں شک ہو (اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے) اور اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لاؤ۔''

عرب کے تمام فصحا اور بلغاء کفار اور مشرکین سب مل کر اس آسان ترین چیلنج کو بھی قبول نہ کر سکے حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جنہیں اپنی زبان دانی، حسن بیان، زور کلام اور فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا اس لئے انہیں آسان چیلنج دیا گیا۔ اسلام کے دشمنوں اور قرآن کے مخالفوں کے سامنے اب بھی یہ چیلنج جوں کا توں موجود ہے۔ عیسائی عربوں، یہودیوں اور مغربی مستشرقین نے

اسلام دشمنی میں کون سی کسر باقی چھوڑی ہے۔ لیکن ان سے بھی اس چیلنج کا جواب بن نہیں آیا۔ قرآن کا یہ چیلنج اب بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ کوئی ہے جو اس کا مقابلہ کرے۔ محض باتیں کرنے اور لفظی بحث و تکرار سے کچھ نہیں بنتا اور نہ مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں کر کے اسلام کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ اسلام ایک ابدی۔ دائمی، اٹل، اور عالمگیر صداقت ہے اور اس صداقت کا سب سے بڑا ثبوت خود قرآن کریم ہے جو ایک زندہ جاوید معجزہ کے طور پر اب بھی اپنی اصلی شکل و صورت میں موجود ہے۔ دشمنان اسلام کو چاہئے کہ وہ تاریخ کے آسان ترین قرآنی چیلنج کا مقابلہ کریں لیکن وہ کیسے کر سکتے ہیں جبکہ قرآن حکیم نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ اسلام کے دشمن اور قرآن کے منکر اس جیسی ایک آیت بھی نہیں لائیں گے کیوں کہ یہ ان کی ہمت و استطاعت سے بالاتر ہے۔

اسمائے قرآن

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی اس کے ۵۶ نام ہیں جنہیں خالق کائنات نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

شمار	نام	قرآن کی وہ آیت جس میں وہ نام آیا ہے
۱،۲	کتاب۔ مبین	حم و الکتاب المبین ○ الزخرف آیت نمبر ا قسم ہے روشن کتاب کی

۳،۴	قرآن اور کریم	انہ لقرآن کریم O الواقعۃ آیت نمبر ۷۷ بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔
۵	کلام	حتیٰ یسمع کلام اللہO توبہ آیت نمبر ۶ یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے
۶	نور	وانزلنا الیکم نوراً مُبیناًO نساء آیت نمبر ۱۷۴ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا
۷،۸	ھدی - رحمتہ	ھدی ورحمۃ للمؤمنین O یونس آیت نمبر ۵۷ ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے
۹	فرقان	نزل الفرقان علی عبدہٖO فرقان آیت نمبر ۱ اس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر
۱۰	شفاء	وننزل من القرآن ما ھو شفاء O بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۲ ہم اتارتے ہیں قرآن مجید میں وہ چیز جو شفا ہے۔
۱۱	موعظۃ	قد جاء تکم موعظۃ من ربکم O یونس آیت نمبر ۵۷ بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے نصیحت آئی۔

۱۲	شفاءٌ لمافی الصدور	شفاء لمافی الصدور O انبیاء آیت ۵۷ دلوں کے لئے صحت ہے۔
۱۳، ۱۴	ذکر اور مبارک	وھذا ذکر مبارک انزلناO انبیاء آیت نمبر ۵۰ اور یہ برکت والا ذکر کہ ہم نے اسے اتارا۔
۱۵	علی	وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم O زخرف آیت نمبر ۴ اور بے شک وہ اصل کتاب میں ہے ہمارے پاس ضرور بلندی وحکمت والا ہے۔
۱۶	حکمة	حکمة بالغة O القمر آیت نمبر ۵ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت۔
۱۷	حکیم	تلك آیات الکتاب الحکیم O لقمان آیت نمبر ۲ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔
۱۸، ۱۹	مصدق۔ مھیمن	مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب و مھیمنا علیہ O مائدہ آیت نمبر ۴۸ اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ

۲۰	حبل	واعتصموا بحبل اللہ جمیعا O آل عمران آیت ۱۰۳ اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر
۲۱	صراط مستقیم	وان ہذا صراطی مستقیماً O انعام آیت نمبر ۱۵۳ اور یہ کہ یہ ہے سیدھا راستہ
۲۲	قیم	قیماً لینذر باسا شدیدا O کہف آیت نمبر ۲ عدل والی کتاب تا کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے
۲۳، ۲۴	قول اور فصل	انہ لقول فصل O طارق آیت نمبر ۱۳ بے شک قرآن فیصلہ کی کتاب ہے
۲۵	نباء" عظیم	عم یتساء لون عن النباء العظیم O نبا آیت نمبر ۱ یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں بڑی خبر کی۔
۲۶، ۲۷، ۲۸	احسن الحدیث، مثانی متشابہ	اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی O (زمر آیت نمبر ۲۳ اور اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے۔ دوسرے بیان والی

۲۹	تنزیل	وانہ لتنزیل رب العلمین O شعراء آیت نمبر ۱۹۲ اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔
۳۰	روح	اوحینا الیک روحا من امرنا O شوریٰ آیت نمبر ۵۲ اور ہم نے وحی بھیجی تمہیں ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے
۳۱	وحی	انما انذرکم بالوحی O انبیاء آیت نمبر ۴۵ میں تم کو صرف وحی سے ڈراتا ہوں۔
۳۲	عربی	قرآنا عربیاً O یوسف آیت نمبر ۲ قرآن عربی ہے
۳۳	بصائر	ھذا بصائر للناس O الجاثیہ آیت نمبر ۲۰ یہ لوگوں کی آنکھیں کھولتا ہے
۳۴	بیان	ھذا بیان للناس O آل عمران آیت نمبر ۱۳۸ یہ لوگوں کے لئے بیان ہے
۳۵	علم	من بعد ما جاءک من العلم O البقرۃ آیت نمبر ۱۳۵ بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا ہے۔

۳۶	حق	ان ھذا لھو القصص الحق O آل عمران آیت نمبر ۶۲ بے شک یہی سچا بیان ہے۔
۳۷	ہادی	ان ھذا القرآن یھدی O بنی اسرئیل آیت نمبر ۹ بے شک یہ قرآن ہدایت دیتا ہے۔
۳۸	عجب	قرآنا عجباً O جن آیت نمبر ا عجیب قرآن
۳۹	تذکرہ	ان ھذہ تذکرۃ O بے شک یہ نصیحت ہے۔
۴۰	العروۃ الوثقٰی	فقد استمسک بالعروۃ الوثقٰی O بقرۃ آیت نمبر ۲۵۶ بے شک اس نے مضبوط گرہ تھامی
۴۱	صدق	والذی جاء بالصدق O زمر آیت نمبر ۳۳ اور وہ جو آیا یہ سچ لے کر
۴۲	عدل	وتمت کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً O انعام آیت نمبر ۱۱۵ اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں
۴۳	امر	ذلک امر اللہ انزلہ الیکم O انعام آیت نمبر ۵ یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا

۴۴	منادی	منادیاً ینادی للایمان O آل عمران آیت نمبر ۱۹۳ منادی ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے
۴۵	بشریٰ	ھدی و بشریٰ O البقرۃ آیت نمبر ۹۷ ہدایت اور بشارت
۴۶	مجید	بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ O البروج آیت نمبر ۲۱ بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے لوح محفوظ میں۔
۴۷	زبور	ولقد کتبنا فی الزبور O انبیاء آیت نمبر ۱۰۵ اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا۔
۴۸، ۴۹	بشیر، نذیر، ایۃ	کتاب فصلت قرآناً عربیاً لقوم یعلمون بشیراً ونذیراً O حم السجدہ آیت نمبر ۳ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں عربی قرآن عقل والوں کیلئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔
۵۰	عزیز	وانہ لکتاب عزیز O حم سجدہ آیت نمبر ۴۱ اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔
۵۱	بلاغ	ھذا بلاغ للناس O ابراھیم آیت نمبر ۵۲ یہ لوگوں کو حکم پہنچاتا ہے۔

۵۲	قصص	نحن نقص علیك احسن القصص بما اوحینا الیك هذا القرآن O یوسف آیت نمبر ۳ ہم اچھا بیان سناتے ہیں اس لئے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی۔
۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶	صحف مکرم مرفوع مطہر یہ چاروں نام ایک سورۃ میں آئے ہیں۔	فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة O عبس آیت ۱۳ ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔ بلندی والے، پاکی والے۔ (اتقان) للسیوطیؒ

فرقان

فرق سے بنا ہے اس کے معنی ہیں فرق ظاہر کرنے والی چیز۔ قرآن کو فرقان اس لئے کہتے ہیں کہ حق و باطل، جھوٹ اور سچ، مومن اور کافر میں فرق فرمانے والا ہے۔ قرآن بارش کی مثل ہے۔ کسان زمین کے مختلف حصوں میں مختلف بیج بو کر چھپا دیتا ہے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ کونسا بیج کہاں بویا ہوا ہے مگر بارش ہوتے ہی جہاں بیج دفن تھا، وہاں وہی پودا نکل آتا ہے تو بارش زمین کے اندرونی تخم کو ظاہر کرتی ہے اس طرح رب تعالیٰ نے اپنے بندوں

کے سینوں میں ہدایت و گمراہی، سعادت و شقاوت، کفروایمان کے مختلف تخم امانت رکھے ہیں۔نزول قرآن سے پہلے سب یکساں معلوم ہوتے تھے۔ صدیق و ابوجہل ، فاروق و ابولہب میں فرق نظرنہیں آتا تھا۔قرآن نے نازل ہوکر کھرا اور کھوٹا علیحدہ کردیا اس لئے اس کا نام فرقان ہوا۔

لفظ قرآن کے معانی اور ان کی وجہ تسمیہ

ابن کثیر، امام شافعی ، بیہقی اور خطیب کا مذہب ہے کہ قرآن علَم غیرمشتق ہے۔ اور کلام اللہ کے ساتھ خاص ہے اور کتاب اللہ کا نام ہے۔ امام اشعری اور جمہور علماء کا قول ہے کہ قرآن مشتق ہے۔ اور مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔قرآن کے چار لغوی معنی ہیں۔

(۱) مجموعہ (۲) جامع (جمع کرنے والا)

(۳) پڑھا ہوا (۴)-ساتھ رہنے والا (اتقان)

(۱) مجموعہ: قرآن کے مجموعہ ہونے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تمام اولین و آخرین کے علوم کا مجموعہ ہے۔یعنی دین و دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جو قرآن میں نہ ہو یہ بات قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید

۱- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مافرطنا فی الکتاب من شیءٍ ہم نے

کتاب میں کسی شے کی کمی نہیں کی۔

۲- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ونزلنا علیك الکتاب تبیاناً لکل شئی اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا جو کہ ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کل صغیر و کبیر مستطر ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ہر خشک اور تر چیز کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

احادیث

حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا ان سے نجات کس طرح ہوگی آپ نے فرمایا قرآن مجید کے ذریعہ سے۔ کتاب اللہ فیہ نباء ما قبلکم و خبر مابعد کم و حکم مابینکم اس قرآن مجید میں خبریں ہیں تم سے پہلے لوگوں کی اور جو تمہارے بعد آئیں گے اور قرآن مجید میں تمہارے ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

(ترمذی شریف)

اقوال صحابہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: لو ضالنی عقال بعیر لوجدته فی کتاب اللہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن پاک سے حاصل کرلونگا۔ تفسیر اتقان میں ہے بعض صحابہ

کرام نے ابجد کے حساب سے آیت ولن یو خر اللّٰہ نفساً اذا جاء اجلھاً سے حضور ﷺ کی عمر معلوم کرلی۔

فائدہ

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ تمام اشیاء کا علم قرآن مجید میں ہے۔ اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ قرآن کی ہر پوشیدہ چیز اور اس کے اسرار سے واقف ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ بمنزلہ شاگرد کے ہیں اور اللہ تعالیٰ بمنزلہ استاد کے اور قرآن مجید بمنزلہ کتاب کے اور یہ بات اپنی جگہ پر تسلیم شدہ ہے کہ معلم متعلم اور کتاب کامل ہوں تو متعلم پر کتاب کا کوئی پہلو مخفی نہیں رہ سکتا۔ اس حقیقت کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کو پانچ غیبوں (۱- قیامت کب آئے گی۔ ۲- بارش کب ہوگی۔ ۳- رحموں میں کیا ہے۔ ۴- انسان کل کیا کمائے گا۔ ۵- انسان کس جگہ مرے گا) کا علم خصوصاً حاصل ہے۔

منطقی طور پر یوں کہا جائے گا کہ گذشتہ اور آئندہ واقعات کا علم قرآن میں ہے اور جو کچھ بھی قرآن مجید میں ہے اس کے حضور ﷺ عالم ہیں۔ لہذا حضور علیہ السلام گذشتہ اور آئندہ کے واقعات کے عالم ہیں۔ علی ہذا القیاس یوں بھی کہہ لیجیئے کہ قیامت کے وقت کا علم قرآن میں ہے اور جو کچھ بھی قرآن میں ہے اسے حضور ﷺ جانتے ہیں۔ لہذا قیامت کے وقت کو بھی آپ جانتے ہیں۔

(۲) جامع: قرآن کے ''جامع'' ہونے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تمام بکھرے ہوؤں کو جمع کرنے والا ہے۔ ہندی' سندھی' عربی' عجمی لوگ لباس' طعام' زبان اور طریق زندگی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بظاہر ان کے جمع ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ قرآن مجید نے ان سب کو جمع فرمایا اور ان کا نام مسلمان رکھا۔ ھو سما کم المسلمین
(الحج - آیت ۷۸)

(۳) پڑھا ہوا: قرآن کے اس معنی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابیں اور صحیفے لکھے ہوئے عطا فرمائے گئے لیکن قرآن مجید پڑھا ہوا اترا۔ یعنی حضرت جبرائیل امین حاضر ہوتے اور پڑھ کر سناتے جاتے۔ رہا یہ سوال کہ پڑھنے کو لکھنے پر ترجیح کیوں دی گئی تو اس کی وضاحت آئندہ صفحات میں آئے گی۔

(۴) ساتھ رہنے والا: قرآن کے ''ساتھ رہنے'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حق اور ہدایت اس کے ساتھ ہے اور یہ قرآن انسان کے ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔ دل کے ساتھ' خیال کے ساتھ' ظاہری و باطنی اعضاء کے ساتھ' زندگی کی ہر حالت کے ساتھ' سفر' حضر اور حشر میں ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن سفارش کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن انسان کے ساتھ رہ کر اس کیلئے زندگی کے مقاصد اور ترقی کی منازل کو متعین کرکے اسے راہ ہدایت پر چلاتا ہے۔

قرآن کا اصطلاحی معنی

یہاں تک تو قرآن کے لغوی معنی بیان کئے گئے ہیں اب قرآن کا اصطلاحی معنی بیان کیا جاتا ہے۔

"قرآن وہ کلام معجز ہے جو کہ حضور ﷺ پر نازل کیا گیا۔ صحیفوں میں لکھا ہوا ہے تواتر کے ساتھ منقول ہے اس کا پڑھنا عبادت ہے۔"

نزول قرآن

قرآن مجید سرور کائنات ﷺ پر ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا۔ کفار مکہ قرآن کے تدریجی نزول پر معترض ہوئے تھے۔ قرآن کریم نے ان کا اعتراض نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وقال الذین کفروا لولا نزل علیه القرآن جملة واحدة كذالك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا ۝

وہ کفار کہتے ہیں ان پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ اس لئے کیا تا کہ تمہارے دل کو مضبوط کریں۔ اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔

فائدہ

ابن عادل اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں چوبیس ہزار بار حاضر ہوئے' حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں بارہ مرتبہ' حضرت ادریس کی خدمت میں پچاس

مرتبہ' حضرت موسٰی علیہ السلام کی خدمت میں چار سو مرتبہ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی خدمت میں دس مرتبہ حاضر ہوئے۔

(الانوار المحمدیہ مترجم صفحہ ۵۸)

مدت نزول قرآن

نزول قرآن کا زمانہ دو الگ الگ حصوں میں منقسم ہے جو باہم ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔

نزول قرآن کا مکی دور

پہلا حصہ اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں آپکا قیام مکہ معظّمہ میں تھا یہ کل ۱۲ سال ۵ ماہ اور ۱۴ دن کا زمانہ ہے۔ نزول قرآن کی ابتداء ۱۷ رمضان ۴۱ سن ولادت نبوی سے ہوئی۔ سورہ انفال کے مطالعہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر اور آغاز نزول قرآن کا دن ایک ہی تھا۔ غزوۂ بدر بھی ۱۷ رمضان المبارک کو وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس زمانہ کا اختتام یکم ربیع الاول ۵۴ سن ولادت پر ہوتا ہے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اس مدت میں قرآن مجید کا جو حصہ نازل ہوا ہے۔ اس کو مکی کہتے ہیں بنابریں مکی سورتوں سے فقط وہ سورتیں مراد نہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ بلکہ وہ سب سورتیں مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔ خواہ مکہ میں نازل ہوئیں یا کسی اور جگہ اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں ان کو مدنی کہتے ہیں۔ خواہ وہ مدینہ میں نازل ہوئی ہوں یا کسی اور جگہ۔

نزول قرآن کا مدنی دور

نزول قرآن کا دوسرا دور ہجرت کے بعد شروع ہوا یہ کل ۹ سال ۱۰ ماہ اور ۹ دن کا عرصہ ہے اس کا آغاز یکم ربیع الاول ۵۴ سن ولادت نبوی سے ہوا اور ۹ ذوالحجہ ۶۳ ولادت نبوی اور ۱۰ ھ پر ختم ہوگیا۔ اس عرصہ میں جو آیتیں اور سورتیں نازل ہوئیں ان کو مدنی کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا بیان کے مطابق نزول قرآن کی کل مدت ۲۲ سال ۳ ماہ اور ۲۳ دن ہے۔

فائدہ

بعض سورتیں تو ایسی ہیں جو کہ مکمل طور پر مکی یا مدنی ہیں۔ مثلاً سورۃ مدثر مکمل طور پر مکی ہے اور سورۃ آل عمران پوری مدنی ہے۔ لیکن بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ پوری سورۃ مکی ہے۔ لیکن اس میں چند آیات مدنی بھی آ گئی ہیں اور بعض مرتبہ اس کے برعکس بھی ہوا۔ مثلاً سورۃ اعراف مکی ہے لیکن اس میں واسئلهم عن القرية التی كانت حاضرة البحر سے لے کر واذ اخذ ربك من بنی آدم الخ تک کی آیات مدنی ہیں۔ اس طرح سورۃ حج مدنی ہے لیکن اس میں چار آیتیں یعنی وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی سے لے کر عذاب یوم عقیم تک مکی ہیں۔

(مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۹۲)

مکی و مدنی آیات کی خصوصیات

علماء تفسیر نے مکی اور مدنی سورتوں کا استقراء کر کے ان کی بعض ایسی

خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ جن سے پہلی نظر میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی ان میں سے بعض خصوصیات قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور بعض اکثریہ ہیں۔

قواعد کلیہ

۱- ہر وہ سورۃ جس میں لفظ ''کلا'' (ہرگز نہیں) آیا ہے وہ مکی ہے یہ لفظ پندرہ سورتوں میں ۳۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور یہ تمام آیات قرآن مجید کے آخری نصف حصہ میں ہیں۔

۲- ہر وہ سورت جس میں (حنفی مذہب کے مطابق) کوئی سجدہ کی آیت آئی ہو، مکی ہے۔

۳- سورۃ بقرہ کے سوا ہر وہ سورۃ جس میں آدم و ابلیس کا واقعہ مذکور ہے، مکی ہے۔

۴- ہر وہ سورت جس میں جہاد کی اجازت یا اس کے احکام مذکور ہیں، مدنی ہے۔

۵- ہر وہ سورت جس میں منافقوں کا ذکر آیا ہے، مدنی ہے۔

قواعد اکثریہ

مندرجہ ذیل خصوصیات عمومی اور اکثری ہیں کبھی کبھی ان کے خلاف بھی ہو جاتا ہے لیکن اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے۔

۱- مکی سورتوں میں عموماً یا ایھا الناس (اے لوگو) کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے اور مدنی سورتوں میں یا ایھا الذین آمنوا کے الفاظ سے۔

۲- مکی آیات اور سور عموماً چھوٹی اور مختصر ہیں اور مدنی آیات و سور طویل اور مفصل ہیں۔

۳- مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت اور آخرت کے اثبات، حشر و نشر کی منظر کشی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و تسلی کی تلقین اور پچھلی امتوں کے واقعات پر مشتمل ہیں اور ان میں احکام و قوانین کم بیان ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس مدنی سورتوں میں خاندانی اور تمدنی قوانین جہاد و قتال کے احکام اور حدود و فرائض بیان کئے گئے ہیں۔

۴- مکی سورتوں میں زیادہ تو مقابلہ بت پرستوں سے ہے اور مدنی میں اہل کتاب اور منافقین سے۔

۵- مکی سورتوں کا اسلوب بیان زیادہ پرشکوہ ہے اس میں استعارات و تشبیہات اور تمثیلیں زیادہ ہیں اور ذخیرہ الفاظ بہت ہے۔ برخلاف مدنی سورتوں کے کہ ان کا انداز نسبتاً سادہ ہے۔

آغاز وحی

قرآن مجید وحی الٰہی ہے۔ وحی کا لغوی معنی چھپا کر اطلاع دینا ہے۔ اصطلاح شرع میں وحی سے مراد وہ خاص غیبی طریقہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کسی نبی تک بات پہنچاتا ہے۔ اس میں کسی شخص کے غور و فکر اور تجربہ و استدلال کو

قطعاً کوئی دخل نہیں یہ محض فضل الٰہی ہے اور ذاتی کوشش سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد حضور ﷺ تنہا رہنے لگے تھے۔ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی راتیں وہاں مقیم رہ کر محو عبادت رہتے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو گھر سے لے جاتے۔ اسی حالت میں ایک دن حضرت جبرائیل آئے اور آپ سے کہا۔ ''اقرأ'' (پڑھیئے) آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں۔ فرشتے نے آپ کو زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا ''پڑھیئے'' آپ نے پھر وہی جواب دیا تین مرتبہ ایسا ہوا فرشتے نے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور چھوڑنے کے بعد کہا۔

اقرأ باسم ربك الذی   پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے

خلق   پیدا کیا۔

خلق الانسان من علق   انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

یہ پہلی وحی تھی جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی اس وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس برس تھی۔ زندگی کے اس نئے تجربے اور تبلیغ اسلام کی عظیم ذمہ داری سے آپ ﷺ گھبرا گئے۔ گھر واپس لوٹے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا مجھے کمبل اوڑھا دو۔ ذرا خوف و ہراس کم ہوا تو حضرت خدیجہؓ سے ماجرا بیان کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور کہا کہ اللہ آپ ﷺ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتے ہیں،

محتاجوں کی امداد کرتے ہیں۔ اور مہمانوں کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے، مصیبت میں غریبوں کی امداد فرماتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل بوڑھا ہو چکا تھا۔ یہ مذھباً عیسائی اور تورات و انجیل کا ماہر تھا اس نے سارا ماجرا سن کر کہا یہ وہی ناموس فرشتہ ہے جو اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔ پھر کہا اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب قوم آپ ﷺ کو وطن سے نکال دے گی۔ اس کے بعد وحی کا آنا چند دنوں کیلئے بند ہو گیا۔ یہ فترت وحی (انقطاع وحی) کا زمانہ کہلاتا ہے۔ حضور ﷺ اس عرصہ میں بہت افسردہ رہا کرتے تھے۔ اس کے تین سال بعد وحی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا اور آیات نازل ہوئیں۔

یاایھا المدثر ○ قم فانذر ○ اے کملی والے اٹھ اور لوگوں کو خبردار کر

وربك فكبر ○ اور اپنے رب کی عظمت بیان کر۔

اس کے بعد وحی کا سلسلہ وصال تک جاری رہا۔ آغاز کار میں حضور ﷺ کی عادت تھی کہ نزول وحی کے وقت جلدی جلدی لب ہلاتے تھے تاکہ نازل شدہ آیات اچھی طرح یاد ہو جائیں اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا تحرك به لسانك لتعجل به　آپ اپنی زبان کو جلد جلد حرکت نہ

ان علينا جمعه وقرآنه　دیں بیشک اس کا محفوظ کرنا اور آپ کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کا معمول یہ ہو گیا کہ جب جبرائیل آتے آپ ﷺ خاموش ہو کر سنتے جاتے تھے۔ جبرائیل جب چلے جاتے تو آپ ﷺ نازل شدہ آیات کی اسی طرح تلاوت کرتے جس طرح جبرائیل سے سنی تھیں عمر کے آخری حصے میں وحی بکثرت نازل ہونے لگی۔ آغاز وحی کے عین برخلاف زندگی کے اس حصہ میں آپ فرشتہ وحی سے اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ چند روز کی تاخیر سے بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ فرشتہ وحی کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صبح ہو یا شام' دن ہو یا رات' سفر ہو یا حضر' جب حکم الٰہی ہوتا حضرت جبرائیل بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچا دیتے تھے۔ رمضان میں جبریل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے قرآن مجید سنتے اور آپ ﷺ کو سناتے تھے۔ زندگی کے آخری رمضان میں دوبار اعادہ کیا۔

شانِ نزول

آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے قرآن مجید سرور کائنات ﷺ پر مختلف حیثیتوں سے نازل ہوا ہے۔ کبھی پانچ دس اور کبھی اس سے زیادہ یا اس سے کم آیتیں آپ پر نازل ہوئیں۔ مثلاً سورۃ مومنون کی ابتدائی دس آیتیں ایک ہی دفعہ نازل ہوئیں۔ جس واقعہ یا ضرورت کے پیش نظر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہوئی اس واقعہ کو مفسرین کی اصطلاح میں ''شان نزول'' کہتے ہیں۔

قرآن کریم کی آخری آیت

قرآن کریم کی آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم (المائدہ-۳) بالاتفاق ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو عرفہ کے دن نازل ہوئی اسی سال رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع کیا۔ مفسرین کا بیان ہے کہ اس کے بعد امرو نہی کے متعلق آپ پر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ صرف اکیاسی دن بقید حیات رہے روایات میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مرتبہ یہ آیت پڑھی تو ایک یہودی نے کہا۔ اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوتی تو اس کے نزول کے دن کو ہم عید مناتے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا یہ آیت اجتماع العیدین کے موقعہ پر اتری۔ اس روز عرفہ بھی تھا اور جمعتہ المبارک بھی گویا اس روز ایک عید نہیں دو عیدیں جمع ہوگئیں تھیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اور ایک قول کے مطابق آخری آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ہے۔

قرآن ایک نظر میں

۱- قرآن کی کل مدت نزول بائیس سال تین ماہ تیئس ۲۳ دن

۲- کل پارے (۳۰) تیس

۳- منزلیں (۷) سات

۴- سورتیں (۱۱۴) ایک سو چودہ

۵- رکوع (۵۵۸) پانچ سو اٹھاون

۶- کل آیات (۶۲۳۶) چھ ہزار دو سو چھتیس

۷- کل حروف (۳۲۳۷۶۰)

۸- سجدہ ہائے تلاوت، متفق علیہ ۱۴ مقامات، اختلافی ایک مقام

۹- کاتب وحی چالیس صحابہ

پہلی وحی

اقرا باسم ربك الذی خلق (سورہ العلق)

آخری وحی

۱- واتقوا یوما ترجعون فیه الی اللہ (البقرہ ۲۸۱)

۲- الیوم اکملت لکم دینکم (المائدہ ۳)

قرآن مجید کے حروف تہجی علیحدہ علیحدہ بھی شمار کیے گئے ہیں۔

(مقدمہ تفسیر القرآن مرزا حیرت دہلوی ۳۵)

قرآن میں حروف تہجی کی تعداد

الف	:	اڑتالیس ہزار آٹھ سو بہتر۔
ب	:	گیارہ ہزار چار سو اٹھائیس۔
ت	:	ایک ہزار ایک سو ننانوے
ث	:	ایک ہزار دو سو چھہتر۔
ج	:	تین ہزار دو سو تہتر۔

ح : نو سو تہتر۔

خ : دو ہزار چار سو سولہ۔

د : پانچ ہزار چھ سو دو۔

ذ : چار ہزار چھ سو ستتر۔

ر : گیارہ ہزار سات سو ترانوے۔

ز : ایک ہزار نو سو اکانوے۔

س : پانچ ہزار نو سو اکانوے۔

ش : دو ہزار ایک سو پندرہ۔

ص : دو ہزار بارہ۔

ض : ایک ہزار تین سو سات۔

ط : ایک ہزار دو سو ستتر۔

ظ : آٹھ سو بیالیس۔

ع : نو ہزار دو سو بیس۔

غ : دو ہزار دو سو آٹھ۔

ف : آٹھ ہزار چار سو ننانوے۔

ق : چھ ہزار آٹھ سو تیرہ۔

ک : نو ہزار پانچ سو۔

ل : تین ہزار چار سو بتیس۔

م	:	چھتیس ہزار پانچ سو پینتیس۔
ن	:	چالیس ہزار پانچ سو چھتیس۔
و	:	پچیس ہزار پانچ سو چھتیس۔
ہ	:	انیس ہزار ستر۔
ء	:	پینتالیس ہزار نو سو انیس۔
لا	:	تین ہزار سات سو بیس۔
ی	:	پینتالیس ہزار نو سو انیس۔

حرکات و اعراب

زبر	:	۵۳۲۱۳
زیر	:	۳۹۵۸۲
پیش	:	۸۸۰۴
مد	:	۱۷۷۱
شد	:	۱۲۷۴
نقطے	:	۱۰۵۶۸۴

کیفیت وحی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی۔

(۱) صحیح بخاری کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حارث بن ہشام نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو جو کچھ اس آواز نے کہا ہوتا ہے۔ وہ مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آ جاتا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲)

اس حدیث میں وحی کی آواز کو گھنٹیوں کی آواز سے جو تشبیہ دی ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک تو وحی کی آواز گھنٹی کی طرح مسلسل ہوتی ہے اور بیچ میں ٹوٹتی نہیں دوسرے گھنٹی جب مسلسل بجے تو عموماً سننے والے کو اس کی آواز کی سمت متعین کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کی آواز ہر جہت سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور کلام الٰہی کی بھی یہی خصوصیت ہے کہ اس کی کوئی ایک سمت نہیں بلکہ ہر جہت سے آواز سنائی دیتی ہے۔ اس کیفیت کا صحیح ادراک تو بغیر مشاہدہ کے ممکن نہیں لیکن اس بات کو ذہنوں کے قریب کرنے کیلئے آپ نے اسے گھنٹیوں کی آواز سے تشبیہ دی ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۹، ۲۰)

جب اس طریقہ پر آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ پر بہت بوجھ پڑتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حدیث کے آخر میں فرماتی ہیں

کہ میں نے سخت جاڑوں میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے ایسی سردی میں بھی جب وحی کا سلسلہ ختم ہوتا تو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہوتی تھی۔

وحی کی اس کیفیت میں بعض اوقات اتنی شدت پیدا ہوجاتی کہ آپ ﷺ جس جانور پر اس وقت سوار ہوتے تو وہ آپ ﷺ کے بوجھ سے دب کر بیٹھ جاتا اور ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے زانو پر رکھا ہوا تھا کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہوگیا۔ اس سے حضرت زید کی ران پر اتنا بوجھ پڑا کہ وہ ٹوٹنے کے قریب پہنچ گئی۔ (زادالمعادج اص ۱۸، ۱۹)

بعض اوقات اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دوسروں کو بھی محسوس ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔ (تبویب مسند احمد کتاب السیرۃ النبویہ ۲۰-۲۱۲)

(۲) وحی کی دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ انسانی شکل میں حاضر ہوکر پیغام الٰہی پہنچاتا تھا ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے صحابی حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ البتہ بعض اوقات میں کسی دوسری صورت میں بھی تشریف لائے ہیں۔ بہرکیف جب حضرت جبرائیل انسانی شکل میں وحی لے کر آتے تو نزول وحی کی یہ صورت

حضور ﷺ کے لئے آسان تھی۔ (الاتقان ج ۱ ص ۴۶)

(۳) وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں حاضر ہوکر پیغام الٰہی پہنچاتے تھے لیکن ایسا آپ ﷺ کی عمر شریف میں صرف تین بار ہوا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خواہش پر، دوسری بار معراج کے موقعہ پر اور تیسری بار نبوت کے ابتدائی زمانہ میں مقام اجیاد پر۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۸، ۱۹)

(۴) چوتھی صورت یہ تھی کہ براہ راست اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک بار بیداری کی حالت میں معراج کے موقعہ پر اور ایک مرتبہ خواب میں۔ (الاتقان ج ۱ ص ۴۶)

(۵) وحی کی پانچویں صورت یہ تھی کہ حضرت جبرائیل کسی بھی صورت میں سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک میں کوئی بات القا فرمادیتے تھے۔ اسے اصطلاح میں "نفث فی الروع" کہتے ہیں۔ (الاتقان ج ۱ ص ۴۶)

جمع و تدوین قرآن

عہد رسالت میں حفاظت قرآن

رسول کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی قرآن کریم کا کچھ حصہ نازل ہوتا صحابہ کو سنا دیتے تھے۔ صحابہ آپ سے سن کر اسے ازبر کرلیتے تھے۔ عہد رسالت میں بہت سے صحابہ ایسے تھے جنہیں پورا قرآن مجید زبانی یاد تھا۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو فوراً اس کے لکھوانے کا اہتمام کرتے اس غرض

سے آپ ﷺ نے بہت سے کاتب مقرر کر رکھے تھے۔ جن کے نام عام طور سے معروف ہیں۔ بعض علماء نے ان کی تعداد ۲۶ بتائی ہے۔ حلبی نے سیرت العراقی کے حوالہ سے ان کی تعداد ۴۲ لکھی ہے۔ خلفائے اربعہ کے اسمائے گرامی کاتب وحی صحابہ میں سرفہرست ہیں اس زمانہ میں سامان کتابت کا فقدان تھا۔ لکھنے کیلئے کھجور کے چوڑے پتے شانے کی ہڈی اور ہرن کی جھلی وغیرہ استعمال ہوتی تھی۔ جو چیزیں مل جاتیں اس پر نازل شدہ آیات لکھی جاتی تھیں پھر آپ اس تحریر کو مسلمانوں میں پھیلاتے وہ اس سے نقل کر کے اپنے پاس رکھتے تھے جن چیزوں پر کلام الٰہی تحریر ہوتا تھا۔ صحابہ دنیا کی ہر قیمتی چیز سے ان کو بیش قیمت خیال کرتے اور انہیں حرز جان بنا کر رکھتے تھے۔ مخصوص کاتبان وحی کے علاوہ بہت سے صحابہ نے اپنے طور پر قرآن مجید لکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں نے عہد نبوی میں سارا قرآن مجید جمع کیا اور رات بھر پڑھتا رہتا تھا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد۔ سنائی)

ترتیب سورو آیات

ظاہر ہے کہ قرآن مجید آج جس مرتب صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے یہ وہ ترتیب نہیں ہے جس کے مطابق وہ نازل ہوا تھا اگر ایسا ہوتا تو سورت العلق قرآن کریم کا نقطہ آغاز ہوتی البتہ یہ صحیح ہے اور سب علماء اس پر متفق ہیں کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔ توقیف کے معنی ہیں واقف اور آگاہ کرنا

مطلب یہ ہے کہ اس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو آگاہ کیا تھا اس میں حضور ﷺ کی رائے واجتہاد کو دخل نہیں۔ حضور ﷺ کو ایک ایک آیت کا مقام ومحل حضرت جبرائیل نے بتایا تھا۔ (فتح الباری)

قرآن حکیم کی سورتوں اور آیات کو مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے اور یہ ترتیب نزولی کے مطابق نہیں ہے بعض چھوٹی سورتیں ایک ہی دفعہ نازل ہوئی ہیں۔ بعض سورتوں کی آیات تھوڑی تھوڑی کر کے نازل ہوتی رہیں یہ ضروری نہیں تھا کہ ایک سورت کے ختم ہونے کے بعد دوسری سورت شروع ہو بلکہ ایک سورت کے نزول کے دوران دوسری سورت شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور صحابہ سے فرماتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورت میں رکھو جمع وترتیب کا یہ کام حیات نبوی میں اتمام پذیر ہوا قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب اسی وقت سے چلی آتی ہے آج تک اس میں سرمو تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

چونکہ نزول قرآن کا سلسلہ حضور ﷺ کی عمر کے آخری حصہ تک جاری رہا اس لئے آپ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق قرآن مجید کو کتابی صورت میں یکجا نہ کیا جا سکا۔ البتہ قرآن حفظ کرتے وقت اس ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآنی آیات پر مشتمل نوشتے متفرق طور پر صحابہ کے پاس موجود تھے اس کے ساتھ آیتوں اور سورتوں کی اندرونی ترتیب وتہذیب کا کام مکمل ہو چکا تھا اس لئے برملا یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں سورت اتنی آیات پر مشتمل ہے اور فلاں آیت کا مقام یہ ہے یہ ترتیب حفاظ قرآن کے سینوں

میں محفوظ تھی عہد رسالت میں متعدد صحابہ ایسے تھے جن کو پورا قرآن مجید یاد تھا۔ مثلاً حضرت معاذ بن جبل حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سالم بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو زید اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم ان کے علاوہ ایسے صحابہ تو بکثرت تھے جن کو قرآن مجید کے بعض حصے یاد تھے۔

جامع القرآن خود آنحضرت کی ذات گرامی تھی

مستشرقین یورپ نے دین اسلام پر جو بہتان طرازیاں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن کریم عہد رسالت میں جمع نہیں ہوا بلکہ تاریخی ادوار میں مرتب ہوا۔ اس سے ان کا مقصد قرآن کریم میں شکوک وشبہات کو جگہ دینا اور یہ ثابت کرنا ہے کہ موجودہ قرآن بحیثیت مجموعی خداوند تعالیٰ کا نازل کردہ نہیں بلکہ دوسرے لوگوں نے اس میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ کردیا مستشرقین کی اس ھرزہ سرائی کی تردید کے لیے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں قرآن کریم میں خود اس بات کی شہادت موجود ہے کہ اس کی آیات شروع ہی سے تحریری حالت میں تھیں اور صحابہ کرام ان کی تلاوت کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ کلام الہیٰ کو کتاب (تحریر کردہ شدہ) اور (قرآن پڑھی جانے والی) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

۱	وکتاب مسطور فی رق منشور (سورۃ طور)	قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی جو کشادہ ورق میں ہے۔

۲	انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون	یہ آبرو والا قرآن ہے ایک غلاف پوش کتاب میں ہے۔
۳	ذالک الکتاب لاریب فیہ	اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں
۴	بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ	یہ قرآن مجید محفوظ تختیوں پر لکھا گیا ہے
۵	ان علینا جمعہ و قرآنہ (سورہ القیامہ)	بے شک قرآن کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید عہد رسالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا جاتا تھا بہت سے لوگ تلاوت کیلئے اپنے طور پر لکھ لیتے تھے بعض کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا موجود تھا اور بعض کے پاس قرآن کا کچھ حصہ۔ مندرجہ ذیل واقعات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ قرآن کریم بڑی حد تک عہد رسالت میں لکھا جا چکا تھا۔

۱۔ روایات صحیحہ میں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپ کی بہن چمڑے پر لکھا ہوا قرآن مجید پڑھ رہی ہیں آپ نے اپنے بہنوئی کو پیٹا کیونکہ وہ بھی تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ آپ نے وہ اوراق لے کر چاک کر دیئے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے پاس لکھا ہوا قرآن موجود ہوا کرتا تھا۔

۲۔ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت حفصہؓ کے گھر ایک صندوق میں پورا قرآن

مجید رکھا تھا۔

۳- سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ قلم دوات لاؤ میں کچھ لکھوا دوں اس کے جواب میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے لئے قرآن مجید کافی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت قرآن مجید لکھا ہوا موجود تھا۔

۴- احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل سال میں ایک دفعہ آپ کو قرآن مجید کا اعادہ کرایا کرتے تھے یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ موجودہ ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے۔

۵- حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس پورا لکھا ہوا قرآن موجود تھا۔

مذکورہ صدر دلائل و براہین سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے اور آپ ہی دراصل جامع القرآن تھے۔

حفاظت قرآن مجید میں حضرت صدیق کا کردار

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرب بھر میں کفر والحاد کا طوفان اٹھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری اسلامی طاقت کو اس فتنہ کے فرو کرنے میں لگا دیا ان میں ایک بڑا محاذ مسیلمہ کذاب کے خلاف تھا۔ مسیلمہ کے خلاف جنگ یمامہ میں بارہ سو کے قریب صحابہ شہید ہوئے جن میں سے سات سو کے قریب صحابہ قرآن خوان اور ستر کے قریب قاری تھے

یہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور عرب و عجم تک قرآن کی تعلیم پہنچاتے تھے ان قراء کو قرآن حکیم نہ صرف زبانی یاد تھا بلکہ ان کے پاس اس کے تحریری اجزاء کا کھو جانا ایک ناقابل تلافی نقصان تھا اس وقت بھی مرتدین کے خلاف جنگ جاری تھی شمع حق کے پروانے دیوانہ وار جانیں نثار کر رہے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حفاظ قرآن کی شہادت کا یہ عالم دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اگر قرآن کے حفاظ و قراء اسی طرح جام شہادت نوش کرتے رہے تو قرآن مجید کے بہت سے اجزاء کھو جائیں گے۔ لہذا بہتر یہ ہو گا کہ قرآن کو ایک مرتب کتاب کی صورت میں جمع کر لیا جائے۔

(ترمذی ابواب التفسیر' بخاری باب جمع القرآن)

حضرت ابو بکرؓ نے پہلے انکار کیا مگر فاروق اعظمؓ کے اصرار سے اس پر رضا مند ہو گئے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام پر مامور کیا۔ زیدؓ عہد رسالت میں کاتب وحی رہ چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آخری مرتبہ جبرئیل کے ساتھ قرآن کا اعادہ کیا زید بن ثابت اس وقت موجود تھے۔ وہ اس قدر ذہین تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر صرف دو ہفتوں میں عبرانی زبانی سیکھ لی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت زید صرف گیارہ برس کے تھے۔ قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ سترہ سورتیں یاد کر چکے تھے۔ حضرت زید کو اس گراں بار فریضہ کی بجا آوری

میں تامل ہوا مگر حکم صدیق و فاروق کے سامنے گردن تسلیم خم کر دی۔

حضرت ابو بکر کے حکم سے حضرت زید کے پاس وہ تمام نوشتے موجود کیے گئے جو حضور علیہ وسلم صلی اللہ نے خاص اہتمام سے لکھوائے تھے۔ اسی طرح دیگر صحابہ کے پاس قرآن مجید کے جو مسودات تھے وہ سب اکٹھے کر لیے گئے حضرت زید کا طریق کار یہ تھا کہ کسی آیت کو لکھنے سے پہلے ان تحریری مجموعوں میں اسے تلاش کرتے اور پھر حفاظ قرآن کی یادداشت سے مقابلہ کر کے لکھ لیتے تھے صرف حافظہ یا صرف تحریر پر اعتماد نہیں کرتے تھے بلکہ دونوں کی تصدیق ضروری تھی عام اعلان کیا گیا کہ جس صحابی نے رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ سے براہ راست سن کر قرآن حکیم کا کچھ حصہ لکھ رکھا ہو اسے پیش کرے اور لوگوں کے پاس چمڑے کے ٹکڑوں اور لکڑی اور پتھر وغیرہ کی تختیوں پر جو آیات تھیں اٹھا لائے۔

حضرت زیدؓ نے کمال احتیاط اور تصحیح و مقابلہ کے بعد قرآن کریم کا جو نسخہ تیار کیا وہ ترتیب و تہذیب بلکہ ہر لحاظ سے وہی قرآن تھا جو حضور علیہ وسلم صلی اللہ پر نازل ہوا تھا یہ نسخہ الگ الگ صحیفوں میں تھا اسے صحف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح زید بن ثابت نے قرآن مجید کو متفرق اجزاء سے اوراق پر تحریر کر دیا اور ترتیب وہی رکھی جو عہد نبوی میں تھی۔ حضرت زید بن ثابت کے تحریر کردہ صحف پہلے حضرت ابو بکر کی تحویل میں رہے پھر ان کے جانشین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آئے۔ ان کے بعد یہ نسخہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
وفات کے وقت دیار مصر و شام اور عراق و یمن میں قرآن مجید کے ایک لاکھ
نسخے موجود تھے۔ (کتاب الفصل جلد ۲ صفحہ ۸۰)

حفاظت قرآن و حضرت عثمان

جس طرح ہر زبان میں علاقائی اختلاف سے کسی حد تک لب ولہجہ میں فرق
آجاتا ہے اسی طرح عرب قبائل کا تلفظ بھی یکساں نہ تھا۔ مثلاً بعض قبیلے
علامت مضارع کو مفتوح کی بجائے مکسور پڑھتے تھے۔ چنانچہ یعلم کو
یعلم بکسر الیاء پڑھتے تھے۔ بعض قبیلے اسلم کو عسلم اور
حتی کو عتی پڑھتے۔ مزید برآں رسم الخط میں بڑا فرق پایا جاتا تاہم یہ
اختلاف قرات معنی و مطلب پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ حضور ﷺ خاندان
قریش سے وابستہ تھے۔ اس لئے آپ ﷺ قریشی لب و لہجہ میں قرآن
پڑھتے تھے جب مختلف قبائل کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور یکا یک
انہیں اپنے بچپن کے پختہ لب ولہجہ کو چھوڑ کر قریش کی زبان میں قرآن پڑھنا
دشوار نظر آیا تو آپ ﷺ نے بحکم خداوندی ہر قبیلہ کو اپنے لب و لہجہ کے
مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت دے دی تعمیل ارشاد میں عربی قبائل کے
لوگ قرآن کو اپنے علاقائی طرز و انداز میں پڑھنے لگے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی فتوحات کی
فراوانی ہوئی تو اسلام دنیا کے دور افتادہ گوشوں تک پہنچ گیا عجمی اقوام دائرہ

سلام میں داخل ہوئیں نماز پڑھنے کے لئے قرآن کا سیکھنا از بس ناگزیر تھا
ہیں قرآن پڑھنے کے لیے عربوں کی شاگردی اختیار کرنا پڑی۔
عربوں میں قرآت کا اختلاف تھا اس لیے نومسلموں میں بھی اس کا اثر رونما
ہوا اختلاف قرآت میں اگرچہ بنیادی قباحت نہ تھی تاہم یہ خطرہ دامن گیر تھا
کہ مبادا یہ اختلاف آگے چل کر شدت اختیار کرے۔
عثمانی عہد خلافت میں ایک صحابی حضرت حذیفہ بن یمان آرمینیا کے محاذ پر
سپہ سالاری کے فرائض انجام دے رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ بعض
مسلمان اپنی قرآت کو صحیح تصور کر کے دوسروں کی قرآت کو غلط تصور کر رہے
ہیں۔ کچھ بعید نہ تھا کہ فتنہ بپا ہو جائے ۲۵ ھ میں حضرت حذیفہ اسی محاذ سے
حج کرنے گئے اور خلیفہ سوم حضرت عثمان سے یہ ماجرا کہہ سنایا حضرت عثمان
نے صحابہ کو بلا کر حالات سے آگاہ کیا سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ امت
کو ایک قرآت پر جمع کرنا چاہیئے چونکہ ابتداً قرآن قریش کے محاورہ کے
مطابق پڑھا جاتا تھا۔ لہذا اختلاف کو رفع کرنے اور یکسانیت برقرار رکھنے
کے لئے اب بھی قریشی لہجہ اختیار کرنا چاہیئے۔ (البدایہ والنہایہ)
حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں سے حضرت ابو
بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا نسخہ منگوایا اور دیگر تین صحابہ عبد اللہ بن زبیر سعید بن
عاص، عبد اللہ بن ہشام پر مشتمل بورڈ کو حکم دیا کہ وہ اس کی نقلیں کریں
چنانچہ قریشی لہجہ کے مطابق قرآن حکیم کی سات نقلیں کی گئیں (۱) مکہ مکرمہ

(۲) شام (۳) یمن (۴) بحرین (۵) بصرہ (۶) کوفہ (۷
مدینہ میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا گیا (فتح الباری) حضرت عثمان نے ایک نسخہ
اپنے پاس مدینہ میں رکھا اسے "الامّ" کہتے ہیں۔ یہ نسخے الگ الگ صحیفوں
میں تھے یکجا نہ تھے اس لیے مصاحف کہلائے۔

فائدہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قرآن پاک کی تقسیم دو طریقے
سے ہو چکی تھی۔ ایک سورتوں سے اور ایک منزلوں سے یعنی قرآن مجید کی
سات منزلیں کی گئی تھیں۔ تا کہ تلاوت کرنے والا ایک منزل روزانہ کے
حساب سے سات دن میں ختم کر سکے۔

بعد ازاں قرآن مجید کو نصف، ربع اور ثلث میں مامون عباسی کے دور میں
تقسیم کیا گیا اور رکوع بھی بنائے گئے یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ
رمضان شریف کی تراویح کی نماز میں جس قدر قرآن مجید پڑھ کر رکوع
فرماتے تھے اتنے حصہ کو رکوع قرار دیا گیا اس لیے اس کے نشان پر قرآن
مجید کے حاشیہ پر "ع" لگا دیتے ہیں۔ مصحف عثمانی میں نہ نقطے تھے، نہ
اعراب، جس کی وجہ سے غیر عربی مسلمانوں کو پڑھنے میں دشواری پیش آتی
تھی تو حجاج بن یوسف نے ابو الاسود دوئلی تابعی کو مامور کیا کہ وہ یہ کام کریں
چنانچہ انہوں نے قرآن مجید میں نقطے اور اعراب لگائے۔

(البرہان جلد ۱ صفحہ ۲۵۰)

اجزاء یا پارے

آج کے دور میں قرآن مجید تیس اجزاء یا پاروں پر منقسم ہے یہ تقسیم معنی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ بچوں کو پڑھانے میں آسانی کے خیال سے قرآن مجید تیس مساوی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ تیس پاروں کی تقسیم کس نے کی ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مصاحف کو نقل کراتے وقت انہیں تیس مختلف صحیفوں میں لکھوایا تھا لہذا یہ تقسیم آپ ہی کے زمانہ کی ہے لیکن متقدمین کی کتابوں میں اس کی دلیل ہمیں نہیں مل سکی۔ البتہ علامہ بدر الدین زرکشی نے لکھا ہے کہ قرآن کے تیس پارے مشہور چلے آتے ہیں اور مدارس کے قرآنی نسخوں میں ان کا رواج ہے۔ (البرہان جلد ا صفحہ ۲۵۰)

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم عہد صحابہ کے بعد تعلیم کی سہولت کے لیے کی گئی ہے۔

تفسیر، تاویل، تحریف

لفظ تفسیر

''فسر'' سے مشق ہے۔ جس کے معنی ہیں الکشف والابانۃ۔ یعنی کھولنا اور محاورہ میں تفسیر یہ ہے کہ کلام کرنے والے کا مقصد اس طرح بیان کرنا جس میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ اور مفسرین کی اصطلاح میں تفسیر یہ ہے

هو الدليل الذى ينظر فيه الطبيب فيكشف عن علة المريض فكذا المفسر يكشف عن معنى الآية و شانها و قصتها (جمل) یعنی تفسیر وہ دلیل ہے جس کے ذریعہ طبیب پر مریض کی بیماری منکشف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مفسر قرآن پاک کے وہ احوال بیان کرتا ہے جس کے ذریعہ آیت کا معنی اس کا شان نزول وغیرہ معلوم ہو جاتا ہے۔ تفسیر میں نقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ عقل کو دخل نہیں ہوتا۔ تفسیر بالرائے حرام ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے اور صحیح بھی کہے جب بھی خطا کار ہے۔

لفظ تاویل

تاویل کا مجرد "اول" ہے باب نصر ینصر آل یؤل اولا بمعنی رجوعا یعنی تاویل کا معنی رجوع کرنا۔ اصطلاح میں التاویل ما یمکن ادراکہ بالقواعد العربیۃ فھو مما یتعلق بالدرایۃ۔ یعنی تاویل یہ ہے کہ کسی کلام میں چند احتمال ہوں۔ ان میں سے کسی ایک احتمال کو قرینوں اور قواعد عربیہ سے ترجیح دینا۔ اس کے لیے نقل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر عالم اپنی قوت علمی سے قرآن مجید میں نکات وغیرہ بیان کر سکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ خلاف شریعت ہرگز نہ ہو۔ امام غزالی نے احیاء العلوم باب ہشتم میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی۔ ظاہری معنی کی تحقیق علماء شریعت فرماتے ہیں اور باطنی کی

صوفیاء کرام۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں۔ مگر یہ باطنی معنی ظاہری معنی کے خلاف ہرگز نہ ہو۔

تحریف

یہ مشتق ہے ''حرف'' سے اور حرف کا لغوی معنی ہے علیحدگی یا کنارہ اصطلاح میں تحریف یہ ہے کہ کلام کا ایسا مطلب بیان کیا جائے جو کلام کرنے والے کے مقصد کے خلاف ہو۔ مفسرین کی اصطلاح میں تحریف دو قسم کی ہے۔ تحریف لفظی اور تحریف معنوی۔ تحریف لفظی یہ ہے کہ قرآن مجید کی عبارت کو دیدہ دانستہ بدل دیا جائے۔ جیسا کہ یہود و نصاری نے اپنی اپنی کتابوں کو دیدہ دانستہ بدل دیا تھا۔ تحریف معنوی یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے ایسے معانی اور مطالب بیان کئے جائیں۔ جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین یا تفسیر قرآن کے خلاف ہوں اور یہ کہے کہ آیت کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو کہ میں بیان کر رہا ہوں۔ جیسا کہ موجودہ زمانہ میں قادیانی وغیرہ کر رہے ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کا معنی افضل النبیین قرار دیا۔

مراتب تفسیر

تفسیر قرآن کے چار مرتبے ہیں

۱- تفسیر القرآن بالقرآن

۲- تفسیر القرآن بالحدیث

۳- تفسیر القرآن باقوال الصحابہ

٤- تفسیر القرآن باقوال التابعین و تبع التابعین

شرائط مفسر

ہر شخص مفسر قرآن نہیں بن سکتا بلکہ مفسر کے لیے ضروری ہے کہ حسب ذیل علوم کا ماہر ہو اور ان سے مکمل واقفیت رکھتا ہو۔

۱- علم لغت ۲- علم نحو ۳- علم صرف ۴- علم اشتقاق

۵- علم معانی ۶- علم بیان ۷- علم بدیع ۸- علم قرات

۹- علم علوم دین ۱۰- علم اصول فقہ ۱۱- اسباب نزول وقصص کا علم

۱۲- علم ناسخ ومنسوخ ۱۳- علم فقہ ۱۴- تفسیر احادیث کا علم

۱۵- علم وھبی یا لدنی:

علم وھبی وہ ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ عالم باعمل کو عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے من عمل بما علم ورثہ اللہ علم مالم یعلم یعنی جو شخص معلوم کی ہوئی بات پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غیر معلوم باتوں کے علم کا وارث بناتا ہے۔ علم وھبی عدل اور زھد کے اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کتاب برھان میں ہے کہ نظر کرنے والے شخص کو اس وقت تک معانی وحی کی فہم حاصل نہیں ہوتی اور اس پر اسرار وحی کا ظہور نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے دل میں کوئی بدعت، غرور، بیجا خواہش یا دنیا کی الفت سمائی رہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ساصرف عن

آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق سفیان بن عیینہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ان لوگوں سے قرآن کی فہم سلب کرلیتا ہوں۔ (اتقان)

دیگر شرائط

۱- اعتقاد صحیح ہو اور سنت دین کا لزوم ہو کیونکہ جو شخص اپنے دین کے بارے میں گم نام ہوگا اس پر دنیاوی امور کے متعلق بھی اعتبار و اعتماد نہیں کیا جائے گا چہ جائیکہ دینی معاملات پر اعتماد کیا جائے پھر جبکہ صرف دین ہی کے بارے میں کسی عالم کی طرف سے خبر دینے پر اعتماد نہیں ہوتا تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ اسرار الٰہی کی خبر دہی اس کی طرف سے صحیح مان لی جائے۔

۲- مفسر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا اعتماد حضور علیہ ﷺ پر آپ کے اصحاب پر ہو اور محدثات سے پرہیز کرے۔ اور مذکورہ بالا حضرات کے اقوال میں تعارض کو رفع کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ (اتقان جلد ۲)

۳- مفسر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن کے غریب الفاظ کو جانتا ہو غریب الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو کہ کم استعمال ہونے والے ہوں جیسے وفا کھۃ ابا · حنانا من لدنا · غسلین · اواہ (اتقان جلد ۱)

۴- آیات قرآنیہ جنکا مفہوم عقلاً محال معلوم ہوتا ہو ان کو حل کر سکے۔

۵- آیات میں محذوفات نکالنے پر قدرت رکھتا ہو۔

۶- عرب کے محاورات سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہو۔

۷-محکم و متشابہ آیات کو پہچانتا ہو۔

۸-مکی اور مدنی آیتوں کو جانتا ہو۔

طبقات المفسرین

(مفسرین متقدمین)

طبقہ اولیٰ

اشتہر بالتفسیر من الصحابة عشرة ابو بکر الصدیق و عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب، و عبداللّٰہ بن عباس و ابی بن کعب و زید بن ثابت و ابو موسی الاشعری و عبداللّٰہ بن الزبیر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم۔

تفسیر ہو یا حدیث ان تمام صحابہ کرام میں سے سب زیادہ ناقل و راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اس کی دو وجہیں ہیں۔

۱- پہلی وجہ یہ کہ حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد خلفاء ثلاثہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دنیا میں قلیل عرصہ رونق افروز رہے اور انہوں نے حضرت علی سے قبل وفات پائی۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ زمانہ نبوی خلفاء ثلاثہ کے قریب قریب تھا اور لوگوں کو اکثر مسائل یاد تھے اس لیے خلفاء ثلاثہ سے زیادہ تفسیر و حدیث منقول و مروی نہیں ہوئی۔

طبقہ ثانیہ

قال ابن تیمیہ اعلم الناس بالتفسیر اہل مکۃ لانہم اصحاب ابن عباس کمجاھد و عطاء ابن رباح و عکرمۃ مولی ابن عباس و طاؤس و سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم و فی الکوفۃ اصحاب ابن مسعود کالحسن وغیرہ ومن علماء المدینۃ زید بن اسلم۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ علم تفسیر میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ عالم مکہ کے رہنے والے ہیں اس لیے کہ ابن عباس کے شاگرد ہیں جیسے مجاہد، عطاء بن رباح، عکرمہ (ابن عباس کا آزاد کردہ غلام) طاؤس اور سعید بن جبیر اور کوفہ میں ابن مسعود کے شاگرد جیسے حسن وغیرہ اور علماء مدینہ میں سے زید بن اسلم۔

ان میں سے چار حضرات چار اشیاء میں شہرت رکھتے تھے۔ مناسک حج میں عطاء بن رباح اور علم تفسیر میں سعید بن جبیر اور سیر میں عکرمہ مولی ابن عباس اور مسائل حل و حرمت میں حسن رضی اللہ عنہم۔

مفسرین متاخرین

طبقہ اولی

سفیان بن عینیہ۔ وکیع بن جراح۔ شعبہ بن حجاج۔ یزید بن ھارون۔ آدم بن ابی ایاس۔ اسحاق بن راھویہ۔ عبدالرزاق۔ سروح بن عبادہ۔ عبد بن حمید۔ ابوبکر بن شیبہ رضی اللہ عنہم۔

طبقہ ثانیہ

ابن جریر طبری (علاقہ طبرستان کی طرف منسوب ہے) کتابہ اجل التفاسیر و اعظمھا (اتقان) ابن جریر کی کتاب تمام تفاسیر سے افضل ہے اور اسی تفسیر میں ''الکوثر'' سے مراد الخیر الکثیر ہے یعنی کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اس کے بعد ابن حاتم پھر ابن ماجہ پھر حاکم بن مردویہ پھر ابن حبان کی تفسیر۔

فضائل قرآن

۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے اس کو دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ خیال رہے کہ الٓمٓ ایک حرف نہیں بلکہ الف۔ لام۔ میم تین حروف ہیں لہذا ''الٓمٓ'' کہنے سے تیس نیکیاں ملیں گی۔

۲- جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک آفتاب سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

۳- حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب کہ فتنے برپا ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فتنوں سے نجات کیسے ہو گی؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ کے ذریعے کہ اس میں تم سے قبل اور بعد والوں کی خبریں اور موجودہ امور کا حکم ہے۔

۴- بزاز نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے اس میں خیر و برکت کی کثرت ہوا کرتی ہے اور جس گھر

میں قرآن نہیں پڑھا جاتا اس میں خیر و برکت گھٹ جاتی ہے۔

۵- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیشک وہ شخص جس کے سینہ میں قرآن کا کچھ حصہ نہیں ہے وہ اس گھر کی طرح ہے جو کہ ویران ہوتا ہے۔

۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ روزہ اور قرآن دونوں شفاعت کریں گے۔

۷- حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شب تلاوت قرآن مجید کر رہے تھے اور ان کے پاس ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا وہ اچانک اچھلنے کودنے لگا آپ باہر تشریف لائے اور نگاہ اٹھا کر دیکھا ایک سائبان تھا جس میں قندیلیں روشن تھیں اس سے گھوڑا ڈر کر کودتا تھا صبح آ کر بارگاہ نبوت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ رحمت کے فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے کیلئے آئے تھے۔ اس طرح جہاں تک اس کی آواز پہنچے وہاں تک کی ہر چیز حتی کہ در و دیوار اس کے ایمان کی قیامت میں گواہی دیں گے۔

۸- قرات قرآن مجید ایک کرامت خاصہ اہل ایمان ہے حتی کہ یہ ملائکہ کو عطا نہیں ہوئی حالانکہ ملائکہ امیدوار ہیں کہ آدمیوں کی قرأت سنیں۔ (ابن الصلاح) اس سے ظاہر ہوا کہ قولہ تعالیٰ ان قرآن الفجر کان مشھودا یعنی نماز فجر کی قرأت میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں تو ان کی آرزوئے شوق اس جہت سے ہے کہ اہل ایمان کی قرات سے قرآن پاک سنیں۔

فضائل سورۃ القرآن

۱- فاتحہ میں ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔

۲- حدیث شریف میں ہے جس گھر میں روزانہ سورۃ بقرہ پڑھی جائے وہ گھر شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے، لہذا جنات سے بھی محفوظ رہے گا۔

۳- حدیث میں ہے کہ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران ان لوگوں پر قیامت کے دن سایہ کریں گی اور شفاعت کریں گی جو کہ دنیا میں قرآن مجید کی تلاوت کے عادی تھے۔

۴- سورۃ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۵- سورۃ الٓم تنزیل پڑھنے والا جب قبر میں پہنچتا ہے تو یہ سورت اس طرح اس کی شفاعت کرتی ہے۔ کہ اے اللہ اگر میں تیرا کلام ہوں تو اس کو بخش دے ورنہ تو مجھے اپنی کتاب سے نکال دے اور میت کو اس طرح ڈھانپ لیتی ہے جیسے چڑیا اپنے بچوں کو اور وہ اسے عذاب سے بچاتی ہے۔

۶- سورۃ یٰسین پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔

۷- سوتے وقت الکافرون پڑھنے والا انشاء اللہ تعالیٰ کفر سے محفوظ رہے گا یعنی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

۸- سورۃ فلق اور الناس پڑھنے والا جادو سے محفوظ رہے گا۔

۹- آیت الکرسی سوتے وقت پڑھنے والا شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا

ہے۔ (حدیث)

۱۰۔ طبرانی نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ تو اس کو پڑھے تو اگر تجھ پر کوہ شبیر کے برابر قرض ہو تو اللہ پاک اسے ضرور ادا کردے گا۔ (وہ دعا یہ ہے)

قل اللّٰهم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء تا

بغیر حساب رحمان الدنیا و رحیمها تعطی من تشاء

منهما و تمنع من تشاء ارحمنی رحمة تغننی بها عن

رحمة من سواك۔

علم غیب

علم

اس کے دو معنی ہیں۔

لغوی اور اصطلاحی

(۱) لغوی معنی دانستن۔(جاننا)

(۲) اصطلاحی معنی ھو الحاضر عند المدرك وہ چیز جو کہ مدرک کے سامنے ہو۔

مناطقہ نے اس کے اور بھی کئی معانی بیان کیے ہیں۔ اسی طرح علم کے اقسام اور علم کس مقولہ سے ہے؟ ایسے امور پر انہوں نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ میر زاہد ملا جلال اور رسالہ قطبیہ میں ایسی مباحث شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

غیب

اس کے دو معنی ہیں۔

لغوی اور اصطلاحی

لغوی معنی ما غاب عنك (وہ چیز جو کہ تجھ سے پوشیدہ ہو۔ اصطلاحی معنی الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا تقضیه بداهة العقل۔

غیب سے مراد وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو حواس نہ پا سکیں اور نہ بداہتہً اس کو عقل چاہے۔

حواس پانچ ہیں۔

قوۃ لامسہ (چھونے کی قوت)، قوۃ باصرہ (دیکھنے کی قوت)

قوۃ سامعہ (سننے کی قوت)، قوۃ ذائقہ (چکھنے کی قوت)

قوۃ شامہ (سونگھنے کی قوت)

اصطلاحی معنی کے مطابق دہلی غیب نہیں ہے اس لیے کہ ہمیں سننے سے اس کا علم ہوا ہے۔

غیب کے اقسام

غیب کے دو اقسام ہیں۔

(۱) ما علیہ دلیل (جس پر دلیل ہو)

(۲) مالا دلیل علیہ (جس پر دلیل نہ ہو)

تفسیر کبیر میں ان اقسام کے بارے میں علامہ رازی نے یؤمنون بالغیب کے ماتحت تحریر فرمایا ہے۔

قول جمھور المفسرین ان الغیب ھوالذی یکون غائبا عن الحاسۃ ثم ھذا ینقسم الی ما علیہ دلیل والیٰ ما لا دلیل علیہ۔

عام مفسرین کا قول یہ ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے چھپا ہوا ہو پھر غیب کی

دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جس پر دلیل ہو دوسرے وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ پہلی قسم کی مثال جیسے جنت، دوزخ اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کہ عالم کی چیزیں دیکھ کر اور قرآنی آیات دیکھ کر ان کا پتہ چلتا ہے۔ دوسری قسم کی مثال جیسے قیامت کا علم کہ کب قائم ہوگی؟ انسان کب مرے گا؟ عورت کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی، بد بخت ہے یا نیک بخت کہ ان کو دلائل سے بھی معلوم نہیں کر سکتے اس قسم کو مفاتح الغیب بھی کہا جاتا ہے۔

فائدہ

حواس خمسہ کے مدرکات سوائے مبصر کے اگر اللہ کا بندہ انہیں ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے تو وہ بھی علم غیب اضافی ہے جیسے قیامت کے دن اعمال مختلف شکلوں میں نظر آئیں گے۔ اگر کوئی شخص ان شکلوں کو دنیا میں دیکھ لے تو یہ بھی علم غیب ہے۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وما منها شهور او دهور

تمرو تنقضى الا اتالى

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گزرتا مگر وہ ہمارے پاس حاضر ہو کر اجازت لے کر گزرتا ہے۔

اسی طرح جو چیز فی الحال نہ ہو اور مستقبل میں ہونے والی ہو یا بہت دور ہو یا

اندھیرے میں ہو وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب ہے۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ کے واقعات کے بارے میں بتایا حضرت عمر نے مقام نہاوند میں حضرت ساریہ اور ان کے لشکر کو مدینہ منورہ سے دیکھا۔

یہ سب غیب ہیں۔

البتہ بذریعہ آلات پوشیدہ چیز کو معلوم کر لینا غیب نہیں ہے۔ جیسا کہ آلہ کے ذریعہ پیٹ میں موجود بچہ یا بچی کے بارے میں معلوم کر لینا۔

تفصیل عقیدہ علم غیب

علم غیب عقیدہ کے لحاظ سے تین قسم ہے۔

پہلی قسم

۱۔ اللہ تعالیٰ عالم بالذات ہے اسکے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

۲۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور دیگر انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم عطا فرمایا۔

۳۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم تمام مخلوق کے علم سے زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ حضرت آدم، حضرت خلیل اور حضرت عزرائیل علیھم السلام کے علم سے بھی زیادہ ہے اور شیطان کے علم سے بھی زیادہ ہے۔

یہ تینوں امور ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

دوسری قسم

۱- اولیاء کرام کو بھی انبیاء کرام کے واسطہ سے کچھ غیب کا علم عطا فرمایا جاتا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مغیبات خمسہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم عطا فرمایا ہے۔

ان دونوں اموز کا انکار گمراہی ہے۔

تیسری قسم

۱- حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو قیامت کا بھی علم دیا گیا کہ کب قائم ہوگی؟

۲- تمام گذشتہ اور آئندہ واقعات جو کہ لوح محفوظ میں ہیں ان کا اور ان سے زیادہ علم آپ کو عطا کیا گیا۔

۳- حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے متشابہات کا علم دیا گیا۔ (خالص الاعتقاد)

تنبیہ

جب علم غیب کا منکر اپنے دعویٰ پر دلائل پیش کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ (ازاحۃ الغیب ص۴)

۱- وہ آیت قطعی الدلالۃ ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے

ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

۲۔ اس آیت سے یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا یا حضور علیہ السلام فرما دیں کہ مجھے یہ علم نہیں دیا گیا۔

۳۔ صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں۔ ممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیر کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔

۴۔ جس کیلئے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوی نہیں کرتے۔

علم غیب کے ثبوت کیلئے پانچ قسم کے دلائل بیان کئے جائیں گے۔

قسم اوّل آیات قرآنیہ

(۱) وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ۔

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر تمام اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے ماتحت تحریر کیا گیا ہے

ومعنی تعلیمه اسماء المسمیات انه تعالیٰ اراه الاجناس التی خلقها و علمه ان هذا فرس وهذا اسمه بعیر وهذا اسمه کذا وعن ابن عباس علمه اسم کل شیئ حتی القصعة والمغرفة۔

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ تمام جنسیں دکھا دیں جن کو پیدا کیا ہے اور ان کو بتا دیا کہ اس کا نام گھوڑا ہے۔ اور اس کا نام اونٹ ہے اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھا دیئے یہاں تک کہ پیالی اور چلو کے بھی۔

تفسیر کبیر میں ہے

قوله ای علمه صفات الاشیاء ونعوتها وهو المشهور ان المراد اسماء کل شي من خلق اجناس المحدثات من جمیع اللغات المختلفة التی یتکلم بها ولد آدم الیوم من العربیة والفارسیة والرومیة وغیرها۔

آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھا دیے اور

یہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہونگے۔ جنکو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے عربی، فارسی اور رومی وغیرہ

تفسیر ابو السعود میں اسی آیت کے ماتحت

وقیل اسماء ما کان وما یکون وقیل اسماء خلقه من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموهومات والهمه معرفة ذوات الاشیاء واسماء ها وخوا صها ومعارفها واصول العلم وقوانین الصنعات وتفاصیل آلاتها و کیفیة استعمالا تها۔

کہا گیا ہے کہ حضرت آدم کو گذشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتا دیئے گئے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تمام مخلوق کے نام بتا دیئے۔ عقلی، حسی، خیالی، وہمی چیزیں بتا دیں۔ ان چیزوں کی ذات، ان کے نام، ان کے خاصے، ان کی پہچان، علم کے قواعد، ہنروں کے قوانین، ان کے اوزاروں کی تفصیل اور انکے استعمال کے طریقہ کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔

تفسیر روح البیان اسی آیت کے ماتحت

وفی الخبر علمه سبع مأة الف لغات۔

اور حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔

ان تمام تفاسیر کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ماکان ومایکون کے تمام علوم عطا کئے گئے۔ اسکے علاوہ تمام زبانیں، تمام چیزوں کے نفع وضرر بنانے کے طریقے اور آلات کا استعمال سب دکھا دیئے۔

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب دہم میں فرماتے ہیں

اول نائب کان له ﷺ وخلیفته آدم علیه السلام۔

حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔

خلیفہ کی وسعت علمی کا یہ عالم ہے کہ وہ تمام ماکان ومایکون اور تمام اشیاء کے عالم ہیں تو ان کے آقا کے علم کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔

(۲) ویکون الرسول علیکم شهیدا

اور یہ رسول تمہارے گواہ ہونگے۔

تفسیر عزیزی اسی آیت کے ماتحت

رسول علیه السلام مطلع است بنور نبوت بر دین هر متدین بدین خود که در کدام درجه از دین من رسیده و حقیقت ایمان او چیست وحجابے که بداں از ترقی محجوب مانده

است کرام است پس اوسے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان و اعمال نیك و بد شمارا واخلاص ونفاق شمارا لهذا شهادت او در دنیا بحکم شرع درحق امت مقبول واجب العمل است۔

حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو پہچانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اسکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کونسا حجاب اسکی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہذا انکی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(۳) من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم مابین ایدیھم و ما خلفھم

وہ کون ہے جو اسکے ہاں اسکی اجازت کے بغیر شفاعت کرے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

اس آیت کے ماتحت تفسیر نیشاپوری میں ہے

یعلم محمد ﷺ مابین ایدیھم من اولیات الامر قبل الخلائق و ما خلفھم من احوال القیامۃ۔

حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے معاملات بھی جانتے ہیں اور جو مخلوق کے

بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

تفسیر روح البیان میں اسکے ماتحت تحریر کیا گیا

یعلم محمد علیہ السلام ما بین ایدیھم من الامور الاولیات قبل الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ وفزع الخلق وغضب الرب۔

حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے معاملات بھی جانتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلوقات پیدا کرنے کے پہلے واقعات) اور ان کے بعد کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ من ذاالذی سے لیکر الا بما شاء تک تمام صفات حضور علیہ السلام کے بیان کئے گئے اور ان سے اول وآخر میں اللہ تعالیٰ کے صفات بیان کیے گئے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اسکی توضیح کی گئی کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسکی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرسکتا اور وہ ذات جسے شفاعت کی اجازت ہے وہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہے اور شفیع کیلئے ضروری ہے کہ وہ گنہ گاروں کے احوال اور ان کے انجام سے واقف ہوتا کہ نا اہل کی شفاعت نہ ہو جائے اور مستحق شفاعت محروم نہ رہ جائیں جیسے طبیب کیلئے ضروری ہے کہ قابل علاج اور ناقابل علاج مریضوں کو پہچانے اسی لیے فرمایا من ذا الذی الخ کہ جس کو ہم نے شفیع بنایا وہ ہر ایک کے بارے میں بھی

علم رکھتا ہے اس لیے کہ شفاعت کبریٰ کیلئے علم غیب ضروری ہے۔

(٤) ولا یحیطون بشیئ من علمه الا بما شاء

اور وہ نہیں پاتے اسکے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

اس آیت کے ماتحت تفسیر روح البیان میں ہے

یحتمل ان تکون الهاء کنایة عنه علیه السلام یعنی هو شاهد علی احوالهم یعلم مابین ایدیهم من سیرهم ومعاملاتهم وقصصهم وما خلفهم من امور الآخرة واحوال اهل الجنة والنار وهم لا یعلمون شیأً من معلوماته الا بما شاء من معلوماته۔ علم الاولیاء من علم الانبیاء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر وعلم الانبیاء من علم نبینا علیه السلام بهذه المنزلة وعلم نبینا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة فکل رسول ونبی وولی آخذون بقدر القابلیة والاستعداد مما لدیه ولیس لاحد ان یعدوه اویتقدم علیه۔

احتمال یہ بھی کہ اس ضمیر سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام مراد ہوں یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں انکے اخلاق، انکے معاملات اور ان کے قصے وغیرہ اور انکے بعد کے حالات بھی اور جانتے ہیں آخرت کے احوال

جنتی دوزخی لوگوں کے حالات۔ اور وہ لوگ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔ مگر اسی قدر جتنا کہ حضور علیہ السلام چاہیں۔ اولیاء اللہ کا علم علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء کا علم حضور علیہ السلام کے سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب العالمین کے سامنے اسی درجہ کا ہے پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق حضور علیہ السلام سے لیتے ہیں اور کسی کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ حضور علیہ السلام سے آگے بڑھ سکے۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ ہ ضمیر کا مرجع حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات اقدس ہے تو معنی یہ ہوا کہ آپ کے علم کو کوئی بھی نہیں پا سکتا مگر جس کو حضور علیہ ﷺ جتنا دینا چاہیں تو عطا فرما دیں لہذا از حضرت آدم تا روز قیامت جس کو جس قدر علم ملا وہ حضور علیہ السلام کے علم کے دریا کا قطرہ ہے اس میں حضرت آدم اور فرشتوں وغیرہ کا علم بھی شامل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت قبل ازیں بیان کی گئی۔

بعض مفسرین نے ہ کا مرجع ذات الٰہی کو بنایا ہے تو معنی یہ ہوگا کہ خدا کا علم کسی کو حاصل نہیں ہاں جس کو رب جتنا دینا چاہے دے سکتا ہے اور اسے اسکی عطا سے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔ رب نے انبیاء کو دیا اور انبیاء کے ذریعہ اولیاء کرام کو عطا فرمایا۔ لہذا انہیں بھی بعطاء الٰہی علم غیب حاصل ہے۔

(۵) وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء

اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

تفسیر بیضاوی

وما كان الله ليوتى احدكم علم الغيب فيطلع على ما فى القلوب من كفر وايمان ولكن الله يجتبى رسالته من يشاء فيوحى الله ويخبره ببعض المغيبات اوينصب له ما يدل عليه۔

خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب عطا نہیں کرتا کہ اسے کفر و ایمان پر مطلع کرے جو کہ دلوں میں ہے البتہ اللہ تعالیٰ اپنی پیغمبری کیلئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اسکی طرف وحی کرتا ہے اور بعض غیوب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کیلئے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر رہبری کریں۔

تفسیر خازن

لكن الله يصطفى ويختار من رسله من يشاء فيطلعه على بعض علم الغيب۔

لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس انہیں مطلع کرتا ہے بعض علم غیب پر۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے جو یہ فرمایا ہے کہ بعض علم غیب پر مطلع فرماتا ہے تو اس سے مراد علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض ہے اور کل ما کان ومایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے۔

(٦) وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔

اور تم کو سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

تفسیر جلالین

ای من الاحکام والغیب

یعنی احکام اور علم غیب

تفسیر خازن

یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ علمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقین وکیدھم۔

یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع کیا اور منافقین

کے مکر وفریب آپ کو بتلائے۔

من امور الدین والشرائع اومن خفیات الامور و ضمائر القلوب۔

تفسیر مدارک میں ہے دین اور امور شریعت سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں اور دلوں کے راز بتائے۔

تفسیر حسینی بحر الحقائق سے ناقل ہیں

آں علم ماکان ومایکون ہست کہ حق سبحانہ درشب اسراء بداں حضرت عطا فرمود چنانچہ درحدیث ہست کہ من در زیر عرش بودم قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ماکان ومایکون۔

یہ ماکان ومایکون کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے کہ ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا پس ہم نے سارے گذشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لیے۔

جامع البیان میں ہے

قبل نزول ذلک من خفیات الامور۔

یعنی آپ کو وہ سب باتیں بتا دیں جو قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ جانتے تھے)

اس آیت اور تفاسیر کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام آئندہ اور گذشتہ واقعات کی خبر دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کیلئے ہوتا ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ کو شریعت کے احکام، دنیا کے تمام واقعات، لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی تھا آپ کو بتا دیا گیا۔ اس آیت میں قید لگانا کہ اس سے صرف احکام مراد ہیں قرآن و حدیث اور عقائد امت کی تصریح کے خلاف ہے۔

(۷) . مافرطنا فی الکتاب من شیئ۔

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

تفسیر خازن میں اسکے ماتحت مرقوم ہے

ان القرآن مشتمل علیٰ جمیع الاحوال

قرآن مجید تمام احوال پر مشتمل ہے۔

تفسیر انوار التنزیل میں مرقوم ہے

یعنی اللوح المحفوظ فانہ مشتمل علیٰ ما یجری فی العالم من جلیل و دقیق لم یہمل فیہ امر حیوان ولا جماد۔

کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہے ہر ظاہر اور باریک اس میں کسی حیوان اور جماد کا معاملہ معاملہ نہ چھوڑا گیا۔

امام شعرانی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں

ماخوذ از ادخال السنان ص ۵۵

لوفتح اللہ عن قلوبکم اقفال السد دلا طلعتم علی ما فی القرآن من العلوم و استغنیتم عن النظر فی سواہ فان فی جمیع مارقم فی صفحات الوجود قال اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ۔

اگر خدا تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسری چیز سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ کیونکہ قرآن میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ (یعنی دنیا و آخرت کی تمام چیزیں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما فرطنا فی الکتاب من شیئ۔

اس آیت کریمہ اور مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ کتاب میں دنیا و آخرت کے سارے حالات موجود ہیں۔ کتاب سے مراد یا تو قرآن مجید ہے یا لوح محفوظ۔ اور قرآن مجید بھی آپ کے علم میں ہے اور لوح محفوظ بھی لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا و آخرت کے تمام حالات حضور علیہ الصلوۃ السلام کے علم میں ہیں۔

(۸) ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

اور نہیں ہے کوئی خشک اور تر چیز جو روشن کتاب میں نہ لکھی گئی ہو۔

تفسیر خازن میں مرقوم ہے

والثانی ان المراد بالکتاب المبین هو اللوح المحفوظ لان اللّٰه کتب فیه علم ما یکون وما قد کان قبل ان یخلق السموات والارض وفائده احصاء الاشیاء کلها فی هذا الکتاب لتقف الملائکة علی انفاذ علمه۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکا سب کا علم لکھ دیا اور ان تمام چیزوں کے لکھنے سے اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اسکے علم کو جاری کرنے پر واقف ہو جائیں۔

تفسیر تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس میں رقوم ہے

کل ذلک فی اللوح المحفوظ مبین مقدارها ووقتها۔

یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں ہیں کہ ان کی مقدار اور ان کا وقت بیان کر دیا گیا ہے۔

اس آیت اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک اور تر ادنیٰ اور اعلیٰ چیز ہے اور لوح محفوظ کو فرشتے اور اللہ کے خاص بندے جانتے ہیں۔ اور علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو محیط ہے۔

(۹) ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

تفسیر حسینی میں مرقوم ہے

نزلنا فرستا دیم علیك الكتاب بر تو قرآن تبیاناً لكل شیئ بیان روشن برائے ہمہ چیز از امور دین و دنیا تفصیل و اجمال۔

ہم نے آپ پر یہ کتاب قرآن مجید دین و دنیا کی ہر چیز کا روشن بیان بنا کر بھیجی۔ تفصیلی و اجمالی

تفسیر اتقان میں مرقوم ہے

قال المجاهد یوماً ما من شیئ فی العالم الا هو فی کتاب الله فقیل له فاین ذکر الخانات فقال فی قوله لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیها متاع لکم۔

حضرت مجاہد نے ایک دن فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسی شئے نہیں جو قرآن میں نہ ہو تو ان سے کہا گیا کہ سرایونکا ذکر کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں ہے کہ تم پر گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور تمہارا وہاں سامان ہو۔

اس آیت اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز کا ذکر ہے اور قرآن رب تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو سکھایا۔

(۱۰) وتفصیل الكتاب لاریب فیه

اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے قرآن میں ان سب کی تفصیل ہے

اس میں کچھ شک نہیں۔

تفسیر جلالین میں اسکے ماتحت مرقوم ہے

تفصیل الکتاب تبین ما کتب اللہ تعالیٰ من الاحکام وغیرھا۔

یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں احکام اور انکے علاوہ چیزیں بیان کی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیں۔

تفسیر روح البیان میں مرقوم ہے

ای وتفصیل ما حقق واثبت من الحقائق والشرائع وفی التاویلات النجمیۃ ای تفصیل الجملۃ التی ھی المقدر المکتوب فی الکتاب الذی لا یتطرق الیہ المحو والاثبات لانہ ازلی ابدی۔

یعنی یہ قرآن ان شرعی اور حقیقت کی چیزوں کی تفصیل ہے جو ثابت کی جاچکی ہیں اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس تمام کی تفصیل ہے جو تقدیر میں آچکی ہیں اور اس کتاب میں لکھی جاچکی ہیں جس میں ردو بدل نہیں ہوتا کیونکہ وہ کتاب ازلی اور ابدی ہے۔

اس آیت وتفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں احکام شرعیہ اور تمام علوم موجود ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں وہ تمام علوم مفصل موجود ہیں جو کہ لوح محفوظ میں ہیں اور قرآن مجید حضور علیہ السلام کے علم میں ہے۔ لہذا تمام

لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں ہے۔

(۱۱) ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیئ۔

یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں اپنے سے پہلی کلاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔

تفسیر خازن میں اسکے ماتحت مرقوم ہے

یعنی فی ھذا القرآن المنزل علیك یا محمد تفصیل کل شیئ تحتاج الیہ من الحلال والحرام والحدود والاحکام والقصص والمواعظ والامثال وغیر ذالك مما یحتاج الیہ العباد فی امر دینھم ودنیاھم۔

یعنی اس قرآن میں جو آپ پر اتارا گیا اے محمد ﷺ ہر اس چیز کی تفصیل ہے جس کی آپ کو ضرورت ہو حلال اور حرام سزائیں اور احکام قصے اور نصیحتیں اور مثالیں۔ ان کے علاوہ اور وہ چیزیں جن کی بندوں کو اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ضرورت پڑتی ہے۔

کتاب الاعجاز لابن سراقہ میں ہے

ما من شیئ فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ۔

عالم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو قرآن میں نہ ہو۔

(۱۲) الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان

رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان ومایکون کا بیان اسکو سکھایا۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے

خلق الانسان ای محمداً علیہ السلام علمہ البیان یعنی بیان ما کان ومایکون۔

اللہ نے انسان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور انکو بیان یعنی ساری اگلی اور پچھلی باتوں کا بیان سکھا دیا۔

تفسیر خازن میں ہے

قیل اراد بالانسان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان وما یکون لانہ علیہ السلام نبئ عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین۔

کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ان کو اگلے اور پچھلے امور کا بیان سکھا دیا گیا کیونکہ آپ کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دی گئی۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے

وقیل الانسان ھھنا محمد علیہ السلام وبیانہ علمک مالم

تکن تعلم

اور کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے۔

ان آیات اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیا گیا۔

(۱۳) ماانت بنعمۃ ربك بمجنون۔

تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

بمستور علما کان فی الازل وما سیکون الی الابد لان الجنّ ھو الستر بل انت عالم بما کان وخبیر بما سیکون۔

یعنی آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں جو ازل میں تھیں اور وہ جو ابد تک ہونگی کیونکہ جُن کے معنی ہیں چھپنا بلکہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبردار ہیں اس سے جو ہوگا۔

اس آیت اور تفسیر سے آپ کیلئے علم غیب کلی ثابت ہوا۔

(١٤) ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔

تفسیر در منثور اور طبری میں ہے

عن مجاھد انہ قال فی قولہ تعالیٰ ولئن سالتھم الخ قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بواد کذا وکذا وما یدریہ بالغیب۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس آیت کے نزول کے بارے میں ''ولئن سالتھم'' کہ ایک منافق نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے۔ ان کو غیب کی کیا خبر؟

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار منافقین نے کیا تھا۔

(۱۵) فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔

تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

تفسیر کبیر میں مرقوم ہے

ای وقت وقوع القیامۃ من الغیب الذی لا یظھر اللہ لاحد فان قیل فاذا احملتم ذلک علی القیامۃ فکیف قال الا من ارتضی من رسول مع انہ لا یظھر ھذا الغیب لاحد قلنا بل یظھرہ عند قریب القیامۃ۔

یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جائے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کرلیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا مگر پسندیدہ رسولوں کو حالانکہ یہ غیب تو کسی پر ظاہر نہیں کیا جاتا تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرمادے گا۔

تفسیر عزیزی ص ۱۷۳

آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام تکوینیہ وشرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز و ہر شریعت ومثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل ایں قسم راغیب خاص او تعالیٰ نیز سے نامند فلا یظھر علی غیبه احدا۔ پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسی را کہ پسند سے کند و آں کس رسول باشد خواہ از جنسی ملک و خواہ از جنسی بشر مثل حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور ابعضے از غیوب خاصہ خود سے فرمائد۔

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر چیز کے پیدائش اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات و صفات بر طریق تفصیل اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں

پس اپنے غیب خاص پر کسی کو مطلع نہیں کرتا اسکے سوا جس کو پسند فرما دے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد ﷺ ان کو اپنے بعض خاص غیب پر مطلع فرماتا ہے سوا اسکے جسے اپنی نبوت اور رسالت کیلئے چن لیا ہو پس ظاہر فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے غیب تا کہ اس کی نبوت پر دلیل پکڑی جائے ان غیب چیزوں سے جس کو وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے

قال ابن الشیخ انه تعالیٰ لا یطلع علی الغیب الذی یختص به علمه الا المرتضی الذی یکون رسولا وما لا یختص یطلع علیه غیر الرسول۔

ابن شیخ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جو اس سے مختص ہے کسی کو مطلع نہیں فرمایا سوائے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب رب کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرما دیتا ہے۔

اس آیت اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا خاص علم غیب حتیٰ کہ وقوع قیامت کا علم بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمایا گیا۔

(١٦) فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ

تو اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

مدارج النبوۃ جلد اول وصل رویت الٰہی میں ہے

فاوحیٰ الآیته بتمام علوم و معارف وحقائق و بشارات و اشارات واخبار و آثار و کرامات و کمالات درحیطۂ ایں ابہام داخل است ہمہ راشامل و کثرت و عظمت اوست کہ مبہم آورد وبیان نہ کرد اشارہ بآں کہ جز علم علام الغیوب و رسول محبوب بہ آں محیط نتو اندشد مگر آں چہ آں حضرت بیان کردہ۔

معراج میں رب نے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام پر جو سارے علوم اور معرفت اور بشارتیں اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں و کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں انکی زیادتی اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کیا بیان نہ فرمایا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو سوائے رب تعالیٰ اور محبوب علیہ السلام کے کوئی احاطہ نہیں کرسکتا ہاں جس قدر حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں آپ کو جو علوم عطا فرمائے گئے انہیں نہ تو کوئی بیان کرسکتا ہے اور نہ کسی کے خیال میں آسکتے ہیں۔ ماکان ومایکون تو صرف بیان کیلئے ورنہ حضور علیہ السلام کو تو اس سے بھی کہیں زیادہ علوم عطا کیے گئے۔

(۱۷) وما ھوعلی الغیب بضنین۔

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں مذکور ہے

علی الغیب و خبر السماء وما اطلع علیه من الاخبار والقصص بضنین ای ببخیل یقول انه یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم و یخبر کم ولا یکتمه کما یکتم الکاھن۔

حضور علیہ السلام غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں وقصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے نہیں چھپاتے۔

تفسیر خازن میں مسطور ہے

یقول انه علیه السلام یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم۔

مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

اس آیت اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام لوگوں کو علم غیب سکھاتے ہیں اور سکھائے گا وہی جو خود جانتا ہے۔

(۱۸) وعلمناہ من لدنا علما

اور ہم نے ان کو اپنا علم لدنی عطا کیا۔

یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو ہم نے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

تفسیر بیضاوی میں ہے

ای مما یختص نباء ہ لا یعلم الا بتوقیفنا وھو علم الغیب۔

یعنی حضرت خضر کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے

قال انک لن تستطیع معی صبرا کان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذلک۔

حضرت خضر نے فرمایا تھا حضرت موسیٰ سے کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے وہ خضر علم غیب جانتے تھے کہ انہوں نے جان لیا۔

تفسیر روح البیان میں مرقوم ہے

ھو علم الغیوب والاخبار عنها باذنه کما ذھب الیه ابن عباس۔

حضرت خضر کو جو علم لدنی سکھایا گیا وہ علم غیب ہے اور اس غیب کے متعلق خبر دینا ہے خدا کے حکم سے جیسا کہ اس طرف ابن عباس گئے ہیں۔

اس آیت اور تفسیری عبارات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا تھا۔ جس سے لازم آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو

بھی علم غیب عطا ہوا کیونکہ آپ تمام مخلوق الٰہی سے زیادہ عالم ہیں۔

(۱۹) وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات

والارض۔

اور اسی طرح ہم ابراھیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور

زمینوں کی۔

تفسیر خازن میں مرقوم ہے

اقیم علی صخرۃ وکشف لہ عن السموات حتی رأی العرش

والکرسی ومافی السموات وکشف لہ عن الارض حتی

نظر الیٰ اسفل الارضین ورأی ما فیھا من العجائب۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کو صخرۃ یعنی چٹان پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لیے آسمان کھول دیے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا ہے اور آپ کیلئے زمین منکشف کی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کے نیچے زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

تفسیر مدارک میں ہے

قال مجاھد فرجت لہ السموات السبع فنظر الی مافیھن

حتی انتھیٰ نظرہ الی العرش وفرجت لہ الارضون السبع

حتی نظر الیٰ ما فیھن۔

مجاہد نے فرمایا کہ ابراھیم علیہ السلام کے لیے ساتوں آسمان کھول دیے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کیلئے سات زمینیں کھولی گئیں کہ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

تفسیر ابن جریر میں مرقوم ہے

انہ جل لہ الامر سرہ وعلانیتہ فلم یخف علیہ شیئ من اعمال الخلائق۔

حضرت ابراھیم پر ظاہری اور پوشیدہ تمام چیزیں کھل گئیں۔ پس ان پر مخلوق کے اعمال میں کچھ بھی نہ چھپا رہا۔

تفسیر کبیر میں ہے

ان اللہ شق لہ السموات حتی رأی العرش والکرسی والیٰ حیث ینتھی الیہ فوقیۃ العالم الجسمانی ورأیٔ ما فی السموات من العجائب والبدائع ورأیٔ ما فی بطن الارض من العجائب والغرائب۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم کیلئے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جہاں تک جسمانی علم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

اس آیت اور تفاسیر کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ از عرش تا تحت الثریٰ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو دکھائے گئے اور مخلوق کے اعمال کی بھی ان کو خبر دی گئی اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑیگا کہ حضور علیہ السلام کو بھی یہ عطا ہوئے۔

(۲۰) لا یأتیکما طعام ترزقانه الا نبأ تکما بتا ویله۔

یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس آنے نہ پائے گا کہ میں اسکی تعبیر اسکے آنے سے پہلے تمہیں بتا دونگا۔

تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر اور تفسیر خازن نے

اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے

کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں تمہیں کھانے کے گذشتہ اور آئندہ کے سارے حالات بتا سکتا ہوں کہ غلہ کہاں سے آیا؟ اور اب کہاں جائیگا؟ تفسیر کبیر میں ہے کہ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ کھانا نفع دے گا یا نقصان۔ یہ چیزیں وہی بتا سکتا ہے جو ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہو۔ اسکے بعد فرماتے ہیں۔

''ذلکما مما علمنی ربی'' یہ تو میرے علوم کا بعض حصہ ہے جو رب نے مجھے سکھایا۔

علم یوسفی تو علم مصطفےٰ کے سمندر کا ایک قطرہ ہے جب یوسف علیہ السلام کے علم کا یہ عالم ہے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علوم مبارکہ کا کیا کہنا۔

(۲۱) یا ایھا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم

اے ایمان والوں ایسی باتیں ہمارے محبوب سے نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے

عن ابن عباس قال کان قوم یسئالون رسول اللہ استھزاء فیقول الرجل من ابی ویقول الرجل این ناقتی فانزل اللہ فیھم ھذہ الآیۃ یا ایھا الذین آمنو لا تسئالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ کچھ لوگ مزاح کے طور پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے سوال کرتے تھے کوئی کہتا تھا آپ بتائیں میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا تھا آپ بتائیں میری اونٹنی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

(۲۲) ولو نشاء لاریناکھم فلعرفتھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول واللہ یعلم اعمالکم

اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو دکھا دیں یہ لوگ سو آپ پہچان تو چکے ہیں ان کے چہرے سے۔ اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے ان کے انداز گفتگو سے اور اللہ جانتا ہے تمہارے اعمال کو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ما خفی علی النبی ﷺ بعد ھذہ الآیۃ احد من المنافقین۔
یعنی اس آیت کے نزول کے بعد کوئی منافق حضور علیہ السلام پر مخفی نہ رہا
علامہ ابن جریر طبری نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو منافقین کا پورا پورا علم عطا فرما دیا تھا۔

نیز مندرجہ ذیل آیات کی تعمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو منافقین کے بارے میں پورا پورا علم ہو۔

لا تصل علیٰ احد منھم ولا تقم علی قبرہ۔ توبہ۔ آپ کسی منافق کا نماز جنازہ نہ پڑھیے اور نہ کسی کی قبر پر تشریف لیجائیے۔

قل لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلو معی عدوا۔
اے محبوب آپ منافقین کو فرمایئے کہ اسکے بعد تم کبھی میرے ساتھ جہاد کیلئے روانہ نہ ہو گے اور نہ میرے ساتھ مل کر کسی دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے۔

(۲۳) یاایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنا کم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ۔ الخ

اے لوگو اگر تمہیں قیامت کے دن اٹھنے میں شک ہو تو ذرا اس امر میں غور کرو کہ ہم نے ہی تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا۔ پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے۔

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا حدثنا رسول اللہ ﷺ وھو الصادق المصدوق ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوما ثم یکون فی ذلك علقة مثل ذلك ثم مضغة مثل ذلك ثم یرسل الملك فینفخ فیه الروح ویؤمر باربع کلمات یکتب رزقه واجله وعمله وشقی او سعید

یعنی حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا اور آپ سچے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک رہتا ہے پھر وہ علقہ بن جاتا ہے پھر چالیس دن گذرنے کے بعد وہ مضغہ ہوتا ہے پھر چالیس دن گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار چیزیں لکھنے کا امر ہوتا ہے اس کا رزق، اسکی موت کا وقت، اسکے اعمال اور یہ کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتہ کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے مافی الارحام کا علم حاصل ہوجاتا ہے اور حضور علیہ السلام تو اس سے افضل ہیں لہذا آپ کو یہ علم بطریق اولیٰ حاصل ہے۔

(۲۴) ما کان اللہ لیذر المؤمنین علیٰ ما انتم علیه حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب۔

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو۔ جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے۔

شانِ نزول

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خلقت و آفرینش سے قبل جبکہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی۔اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے استہزاءً کہا کہ محمد ﷺ کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے ان میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے اس پر سید عالم ﷺ نے منبر پر قیام فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اسکی خبر نہ دیدوں عبداللہ بن حذافہ سہمی نے کھڑے ہوکر کہا میرا باپ کون ہے؟ یارسول اللہ۔ فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہوئے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے، قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوئے، آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔ ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم باز آؤ گے کیا تم باز آؤ گے پھر منبر سے اترے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر بیضاوی، خازن، معالم التنزیل)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کے علم غیب میں طعن کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

تفسیر روح المعانی زیر آیت سنعذ بھم مرتین (توبہ) آیت نمبر ۱۰۱ میں مرقوم ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں

قام رسول اللّٰہ ﷺ یوم الجمعۃ خطیبا فقال قم یا فلان فاخرج فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق فاخرجھم باسماء ھم ففضحھم فھذا العذاب الاول والعذاب الثانی عذاب القبر۔

حضور ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فلاں اٹھو یہاں سے نکل جاؤ تم منافق ہو اے فلاں نکل جاؤ تم منافق ہو چنانچہ نام لے لے کر انہیں نکال دیا اور ان کو رسوا کیا یہ پہلا عذاب تھا دوسرا عذاب قبر میں ہو گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کو منافقین کا علم دیا گیا اور تعلمھم میں جو علم کی نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر خود بخود انہیں جانتے تھے اور ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا ہے۔

قسم دوم احادیث مبارکہ

اس میں ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جائیگا جن سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم غیب شریف ثابت ہوتا ہے۔

(۱) قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظه من حفظه ونسیه من نسیه۔ (بخاری کتاب بدء الخلق)

حضور علیہ السلام نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا پس ہمیں ابتداء پیدائش کی خبر دے دی یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں پر پہنچ گئے اور جہنمی اپنی منزل میں جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

اس جگہ آپ نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی۔

(۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی؟

(۲) پھر عالم کی انتہاء کس طرح ہوگی۔ یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ وقطرہ بیان کر دیا۔

عینی شرح بخاری، ارشاد الساری شرح بخاری، مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے ماتحت رقمطراز ہیں۔

"فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائها الیٰ انتهاء ها۔"

اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوقات کے سارے حالات کی از ابتداء تا انتہاء خبر دے دی۔

(۲) مشکوۃ باب الفتن میں بخاری ومسلم سے بروایت حضرت حذیفہ ہے۔

ما ترك شيئا يكون فى مقامه الىٰ يوم القيامة الا حدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه۔"

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس جگہ قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اسکی خبر دیدی جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(۳) مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین میں مسلم سے بروایت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

ان اللّٰه زوىٰ لى الارض فرأيت مشارق الارض ومغاربها۔

اللہ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ، شرح شفا لملا علی قاری، زرقانی شرح مواہب اور نسیم الریاض شرح شفا میں ہے

وحاصله انه طوی له الارض وجعلها مجموعة کھیئة کف فیه مرآة ینظر الی جمیعها وطواها بتقریب بعیدها الی قریبها حتی اطلعت علی ما فیها۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرما دیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینہ کو دیکھتا ہے اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اسکے قریب کی طرف۔ یہاں تک کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

(۴) مشکوۃ باب المساجد میں عبد الرحمان بن عائش سے روایت ہے

رأیت ربی عز وجل فی احسن صورۃ فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السموات وما فی الارض

ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جسکی ٹھنڈک ہم

نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان و زمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں مرقوم ہے۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما فى السموات والارض يعنى ما اعلمه الله مما فيها من الملائكة والاشجار وغيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذى فتح الله وقال ابن حجراى جميع الكائنات التى فى السموات بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هى بمعنى الجنس وجميع ما فى الارضين السبع بل وما تحتها كما افاده اخباره عليه السلام عن الثور والحوت الذى عليهما الارضون۔

اس فیض کے پہنچنے سے ہم نے وہ تمام چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی آسمان و زمین میں وہ چیزیں جو اللہ نے بتائیں فرشتے اور درخت وغیرہ یہ آپ کے اس وسیع علم کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ ابن حجر نے فرمایا کہ جان لی وہ تمام مخلوق جو آسمانوں (بلکہ جو اسکے اوپر ہے) جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے اور زمین میں ہے اور تمام وہ چیزیں جو ساتوں زمیں بلکہ جو اس سے نیچے ہیں جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے جن میں حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے بیل اور

مچھلی کی خبر دی ہے۔ جن پر زمینیں قائم ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں ہے

عبارت است از حصول تمام علوم جزئی و کلی واحاطہ آں
یہ حدیث تمام جزئی وکلی علموں کے حاصل ہونے اور اسکے احاطہ کا بیان ہے

(۵) مشکوۃ باب المساجد بروایت ترمذی ہے

فتجلی لی کل شیئ و عرفت۔

پس ہمارے لیے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور ہم نے پہچان لی۔

اشعۃ اللمعات میں مرقوم ہے

پس ظاہر شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را
ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہوگیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں

ای اظہر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ انہ ارید بالنظر العلم۔

یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھولی گئی کہ ہم نے اسکی تمام چیزوں کا احاطہ کرلیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسا کہ اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اس میں

اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حقیقۃً ملاحظہ فرمایا۔ یہ احتمال دور ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

(۶) مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہے

لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرک طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علما۔

ہمیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہیں ہلاتا مگر اس کا علم ہمیں بتا دیا۔

امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں راقم ہیں،

ولا شك ان اللہ قد اطلعه علیٰ ازید من ذلك والقی علیه علم الاولین والآخرین۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس سے بھی زیادہ مطلع کیا اور آپ کو تمام اگلے پچھلے لوگوں کا علم عطا فرما دیا۔

(۷) مشکوۃ باب الفتن فصل ثانی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ما ترك رسول اللہ ﷺ من قائد فتنة الیٰ ان تنقضی الدنیا یبلغ من ثلث مائة فصاعدا قد سماہ لنا باسمه واسم ابیه واسم قبیلته۔

نہیں چھوڑا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی فتنہ چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہمیں اس کا نام اس کے باپ کا نام اسکے قبیلے کا نام بتا دیا۔

یہ آپ کا معجزہ ہے کہ آپ نے اپنے ایک وعظ میں از اول تا آخر واقعات بیان فرما دیے۔

جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

مشکوۃ باب ذکر الانبیاء

(۸) مشکوۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے

تلد فاطمة ان شاء الله غلاما يكون فى حجرك

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خبر دی کہ فاطمۃ الزہراء کے ہاں فرزند ہوگا جو اے ام الفضل تمہاری پرورش میں رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو ما فی الارحام کا علم عطا کیا گیا۔

(۹) بخاری باب اثبات عذاب القبر میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے

مرّ النبى صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان فقال انهما

يعذبان وما يعذبان فی کبير اما احدهما فكان لا يستنزه من البول واما الآخر فكان يمشی بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز فی کل قبر واحدة وقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام دو قبروں سے گذرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ لیکر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جائے گی۔

(۱۰) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور خازن میں زیر آیت لا تسئلوا عن اشياء ان تبدلکم ہے قام على المنبر فذكر الساعة وذكر ان بين يديها امورا عظاما ثم قال ما من رجل احب ان يسئل عن شيئ فليسئال عنه فو

اللہ لا تسئلونی عن شیئ الا اخبر تکم ما دمت فی مقامی ھذا فقام رجل فقال این مُدخلی قال النار فقام عبد اللہ بن حذافة فقال من ابی قال ابوك حذافة ثم ان یقول سلونی سلونی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں۔

جو بات بھی دریافت کرو گے اسکی خبر دی جائیگی ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبد اللہ بن حذافہ سہی نے کھڑے ہوکر دریافت کیا کہ مرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔

اس حدیث سے بھی آپ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱) مشکوۃ باب مناقب علی میں مرقوم ہے

قال یوم خیبر لا عطین ھذہ الرأیة غداً رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اسکو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرمائے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(۱۲) مسلم جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذا مصرع فلان یضع یدہ علی الارض ھٰھنا ھٰھنا قال فما ماط احدھم عن موضع ید رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے۔ راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

معلوم ہوا علوم خمسہ میں سے کون کب مرے گا اور کہاں مرے گا کا علم بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا کیا گیا۔

(۱۳) مشکوۃ باب المعجزات میں حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فقال رجل تا للّٰہ ان رأیت کالیوم ذئب

یتکلم فقال الذئب اعجب من ھذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبر کم بما مضی وما کائن بعد کم۔

شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک صاحب (حضور علیہ السلام) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ) میں ہیں اور تم کو گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری نے فرمایا

یخبر کم بما مضی ای سبق من خبر الاولین من قبلکم وما ھو کائن بعد کم ای من نبأ الآخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبیٰ۔

وہ تم کو اگلوں کی گذری ہوئی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد پچھلوں کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں دنیاوی حالات اور آخرت کے سارے حالات۔

(۱۴) مشکوۃ کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول میں مسلم سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے

انی لاعرف اسماء ھم واسماء آباء ھم

والوان خیولھم خیر فوارس اومن خیر فوارس علیٰ ظھر الارض۔

ہم ان کے (دجال کے خلاف جہاد کی تیاری کرنے والوں) کے نام ان کے باپ دادوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

مرقاۃ میں اس کے ماتحت ہے

فیہ مع کونہ من المعجزات دلالۃ علیٰ ان علمہ علیہ السلام محیط بالکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرھا۔

اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

(۱۵) مشکوۃ باب مناقب ابی بکر وعمر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جسکی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں فرمایا ہاں وہ عمر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ﷺ کو قیامت تک کے سارے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کی پوری خبر ہے اور آسمان کے تمام ظاہر اور پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے حالانکہ بعض تارے اب تک فلاسفہ کو سائنسی آلات سے بھی معلوم نہ ہوسکے۔ حضور علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو

ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عمر کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔

(۱۶) مشہور محدث ابو نعیم نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب دلائل النبوۃ میں ایک حدیث تحریر فرمائی ہے۔

ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی چچی حضرت ام الفضل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذریں تو آپ نے فرمایا کہ چچی جان تمہارے حمل میں لڑکا ہے جب یہ پیدا ہو تو اسکو میرے پاس لانا چنانچہ بقول ام الفضل جب میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی اور اپنا لعاب دہن اس کو چٹا دیا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ ''اذھبی بابی الخلفاء ''یعنی خلفاء کے باپ کو لیجاؤ۔ حضرت ام الفضل کہتی ہیں کہ مجھے یہ ارشاد سن کر بڑا تعجب ہوا اور میں نے اپنے شوہر حضرت عباس سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے خود دربار نبوت میں حاضر ہو کر دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے میرے بچے کے بارے میں ایسا ایسا ارشاد فرمایا ہے؟ تو سرکار دو عالم نے جواب دیا کہ ہاں ہاں میں نے ایسا ہی کہا ہے۔

ھوابو الخلفاء حتی یکون منھم السفاح حتی یکون منھم

المھدی حتی یکون منھم من یصلی بعیسی بن مریم۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵)

یعنی یہ تمہارا بچہ واقعی خلفاء کا باپ ہے اسکی نسل سے ''سفاح'' بھی ہو گا اسکی اولاد میں مہدی بھی ہو گا یہاں تک کہ اسکی اولاد میں سے کچھ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔

اس حدیث میں آپ نے صرف اتنا ہی نہیں فرمایا کہ ام الفضل کے پیٹ میں لڑکا ہے بلکہ اس کے مستقبل کے بارے میں بھی غیب کی خبریں دیدیں کہ یہ بچہ خلفاء بنو العباس کا مورث اعلیٰ ہو گا اور اسکی نسل سے خلفاء ہونگے اور اسکی نسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک باقی رہے گی۔

(۱۷) تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۸۰ پر یہ حدیث تحریر ہے

فاورثنی علوم الاولین والآخرین وعلمنی علوما شتیٰ فعلم اخذ عهدا علیٰ کتمه وهو علم لا یقدر علیٰ حمله غیری وعلم خیرنی فیه وعلم امرنی بتبلیغه الی الخاص والعام من امتی۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین و آخرین کے علوم کا وارث بنایا اور مجھے چند قسم کے علوم عطا فرمائے ایک وہ کہ خدا نے ان کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا اور یہ وہ علوم تھے کہ جن کے اٹھانے کی طاقت میرے سوا کسی میں نہ تھی۔

(جیسے قیامت کا سن، حروف مقطعات اور آیات متشابہات کا علم)

دوسرا وہ علم جس کے بتانے اور چھپانے کا رب نے مجھے اختیار دیا۔ تیسرا وہ علم جس کے بارے میں خدا نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اس سے اپنی امت کے ہر خاص و عام کو مطلع کردوں۔

(۱۸) جنگ تبوک میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اونٹنی گم ہوگئی تو ایک منافق نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارا محمد ﷺ تو نبی ہونے کے مدعی ہیں اور تمہیں آسمان کی باتیں بتاتے ہیں پھر انہیں اپنی اونٹنی کا پتہ کیوں نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہے آپ نے جب منافق کی یہ بات سنی تو فرمایا بے شک میں نبی ہوں اور میرا علم اللہ کا عطا فرمودہ ہے۔ لو سنو میری اونٹنی فلاں جگہ کھڑی ہے ایک درخت نے اسکی نکیل کو روک رکھا ہے۔ جاؤ وہاں سے اس اونٹنی کو لے آؤ چنانچہ صحابہ کرام گئے تو واقعی اونٹنی اسی جگہ کھڑی تھی اور اسکی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی تھی۔ زاد المعاد ص ۳ ج ۳۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۱۰

(۱۹) اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے زر فدیہ روانہ کیا۔ آپ کے چچا عباس (جو کہ جنگ بدر میں قیدی بنائے گئے) نے عرض کی یارسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے اسلام کو جانتا ہے اگر تمہارا دعوی اسلام درست ہے تو اس فدیہ کا تمہیں اچھا بدلہ مل جائے گا لیکن چونکہ تم بظاہر کفار کے ساتھ بدر میں آئے ہو اس لیے فدیہ ادا کرنا پڑے گا۔ عباس نے عرض کی کہ میرے پاس تو کچھ نہیں میں کہاں سے لاؤں۔

نبی مرسل نے فرمایا

فاین المال الذی دفنته انتَ وام الفضل فقلت لها ان اصبت فی سفری هذا فهذا المال لبنیّ فضل وعبد اللّٰه وقثم۔

وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور تمہاری بیوی نے فلاں جگہ دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس سفر میں مارا جاؤں تو میرا یہ مال میرے بچوں فضل، عبد اللہ اور قثم کو دیدینا۔ عباس سراپا تصویر حیرت بن گئے اور گویا ہوئے۔

یا رسول اللّٰہ انی لا علم انك رسول اللّٰہ ان هذا شیئ ما علمه غیری وغیر ام الفضل۔

میں مان گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ جس چیز کی خبر آپ نے دی اس کا علم تو بجز میرے اور ام الفضل کے اور کسی کو نہ تھا۔

(حاشیہ تفسیر ضیاء القرآن سورۃ ۸- آیت ۷۰ و دیگر کتب احادیث)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم علیہ السلام کو علوم غیبیہ سے سرفراز فرمایا۔

(۲۰) تفسیر مظہری میں تحت آیت

"فعقروا الناقة وعتوا عن امر ربهم" مرقوم ہے

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانہ کا بدبخت ترین (جس کا نام قدار بن سالف تھا قرطبی) آدمی وہ تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا اور

آئندہ زمانہ کا بدبخت ترین آپ کا قاتل ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ لعلی اشقی الاولین عاقر ناقۃ صالح و اشقی الآخرین قاتلک ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے انجام سے باخبر تھے اور اس لیے ارشاد فرمایا کہ تمہارا قاتل اخیر زمانہ کا بدبخت ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت ان کے قتل سے ہو گی۔ اور وہ راہِ حق میں جامِ شہادت نوش فرمائیں گے۔

یہ اس علم غیب کا حصہ ہے جو کہ رب نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا۔

قسم سوم اقوال صحابہ و علماء امت

(۱) تاریخ صحابہ سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کھلم کھلا اپنے اس عقیدہ کا اعلان و اظہار فرمایا کرتے تھے کہ

نبی ﷺ ''غیب داں'' ہیں اور غیب جانتے ہیں۔ حسب ذیل حدیث اسکی مؤید ہے جسے محمد بن اسحاق محدث نے اپنے ''مغازی'' میں نقل کیا ہے۔

روایت ہے کہ قبیلہ کے رئیس مالک بن عوف جنگ حنین میں شکست کے بعد طائف بھاگ گئے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اعلان فرما دیا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر پلٹ آئے تو میں اسکے اہل و مال کو واپس لوٹا دونگا

کہ ہمیں ہمارے نبی کریم علیہ السلام نے بتایا تھا۔ تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جائیگی آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ انبیاء کرام نے تبلیغ کی تھی دوسرا یہ کہ یہ امت قابل گواہی ہے اب معاملہ ختم ہو جائیگا اور انبیاء کرام کا موقف پختہ ہو جائے گا۔

اگر حضور علیہ السلام نے انبیاء سابقین اور آئندہ امت کے حالات کو اپنی نگاہ مبارک سے ملاحظہ نہ فرمایا ہوتا تو آپکی گواہی پر جرح کیوں نہ کی گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی اس سے آپکا حاضر ہونا ثابت ہو گیا۔

آیت نمبر۴: لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ الخ۔

اس آیت سے نبی علیہ السلام کا چار طرح حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر۱: مشکوٰۃ شریف باب تسویۃ الصفوف میں ہے۔

فانی اراکم من ورائی

میں تمہیں جس طرح اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں اس طرح اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث نمبر۳: مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں حدیث ہے۔

نعی النبی علیہ السلام زیدا و جعفر وابن روحۃ للناس قبل ان یاتیہ خبرھم فقال اخذ رایۃ زید فاصیب الیٰ حتی اخذ رایۃ سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن ولید حتی فتح اللہ علیھم۔

یعنی نبی اپنے گردوپیش میں وہ سب کچھ دیکھتے ہیں جن کو دوسرے تمام انسان نہیں دیکھ پاتے ہیں۔ اور نبی ہر جگہ خدا کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔

فان قال فی یوم مقالة غائب۔ فتصد یقها فی ضحوة الیوم اوغد۔

اور اگر نبی غیب کی بات کسی دن فرمادیں تو آج یا کل کے روز روشن میں اسکی تصدیق ہوجاتی ہے۔

حضرت مالک بن عوف اور حضرت حسانؓ دونوں صحابہ کا آپکے دربار میں یہ کہنا کہ آپ غیب جانتے ہیں اور غیب کی خبر دیتے ہیں اور آپ کا ان اشعار کو سن کر منع نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک یہ عقیدہ درست ہے اور شرک نہیں ہے ورنہ آپ ایسے اشعار سے منع فرماتے اور انہیں توبہ کا حکم دیتے اور کبھی بھی ان شعروں کو سننا گوارا نہ فرماتے۔

(۳) مدراج النبوۃ کے خطبہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن و ھو بکل شیئ علیم۔

وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں یہ حمد خدا بھی ہے
اور نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

وے ﷺ دانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام و صفات حق واسماء وافعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شد۔

حضور علیہ السلام تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں اور انہوں نے خدائے پاک کی شانیں، اسکے احکام، حق تعالٰی کے صفات، افعال اور سارے ظاہری و باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔

(۴) اسی مدارج جلد اول باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت ص ۱۴۴ میں ہے

از زمان آدم تانفخہ اولیٰ بروے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول و آخر معلوم گرد دویارانِ خود رانیز از بعضے احوال خبرداد۔

حضرت آدم سے پہلے صور پھونکنے تک تمام احوال حضور علیہ السلام پر منکشف کردیے تاکہ اول سے آخر تک کے تمام حالات آپ ؛

معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دیدی۔

(۵) علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد تواترت الاخبار واتفقت معانیها علیٰ اطلاعه علیه السلام علی الغیب ولا ینافی الآیات الدالة علیٰ انه لا یعلم الغیب الا اللّٰه لان المنفی علمه علیه السلام من غیر واسطة اما اطلاعه علیه باعلام اللّٰه فمحقق بقوله تعالیٰ الا من ارتضیٰ من رسول۔

احادیث اس پر متواتر ہیں اور انکے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ مسئلہ ان آیتوں کے خلاف نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا کیونکہ جس غیب کی نفی ہے وہ علم بغیر واسطہ ہے (ذاتی) لیکن آپ کا غیب پر مطلع ہونا رب کے بتانے سے ثابت ہے۔ رب کے اس قول سے کہ پسندیدہ رسول کے سوا کسی کو غیب پر مطلع نہیں کرتا۔

(٦) خص اللّٰه تعالیٰ به علیه السلام بالاطلاع علیٰ جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح

امتہ و کان فی الامم وما سیکون فی امتہ من النقیر والقطمیر وعلی جمیع فنون المعارف کا حوال القلب والفرائض والعبادۃ والحساب۔

اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا دینی اور دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرما کر اور اپنی امت کی مصلحت اور گزشتہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمادیا اور تمام معرفت کے فنون پر مطلع فرما دیا جیسے دل کے حالات، فرائض، عبادات اور علم حساب۔

(۷) فان من جودك الدنیا وضرتہا۔ ومن علومك علم اللوح والقلم۔

قصیدہ بردہ للامام البوصیری

دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے۔ اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔

علامہ ابراھیم اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومہ علیہ السلام فما البعض الآخر اجیب بان البعض الآخر ھو ما اخبرہ اللہ تعالیٰ من احوال الآخرۃ لان القلم انما کتب

فی اللوح ماھو کائن الیٰ یوم القیامۃ۔
اگر کہا جائے کہ جب لوح وقلم کا علم حضور کے علوم کا بعض ہوا تو دوسرے بعض کون سے علوم ہیں جواب دیا جائیگا کہ وہ آخرت کے حالات کا علم ہے جسکی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کیونکہ قلم نے تو لوح میں وہی لکھا ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

ملا علی قاری نے قصیدہ بردہ کی شرح میں اس شعر کے ماتحت تحریر کیا ہے۔

وکون علومھما من علومہ علیہ السلام ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمھمایکون نھراً من بحور علمہ وحرفا من سطور علمہ۔
اور لوح وقلم حضور علیہ السلام کے علوم کا بعض اس لیے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے علوم منقسم ہیں جزئیات، کلیات، حقائق اور معرفت اور ان معرفتوں کی طرف جس کا تعلق ذات اور صفات سے ہے لہذا لوح وقلم کا علم حضور کے علم کے دریاؤں کی ایک نہر ہے اور حضور کے علم کی سطروں کا ایک حرف۔
(۸) امام بوصیری علیہ الرحمۃ صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ ام القرط میں فرماتے ہیں۔

وسع العالمین علما وحلما
فھو بحر لم تعیھا الاعیاء

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے علم واخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا پس آپ ایسے سمندر ہیں کہ اسکو گھیرنے والے نہ گھیر سکے۔

شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح میں
فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں

ای وسع علمہ علوم العالمین الانس والجن والملائکۃ لان اللّٰہ تعالیٰ اطلعہ علیٰ العالم کلہ علم الاولین والآخرین وما کان ومایکون وحسبک علمہ علم القرآن وقد قال اللّٰہ تعالیٰ مافرطنا فی الکتاب من شیئ۔

یعنی آپ کا تمام علم تمام جہانوں یعنی جن وانس اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر خبردار فرمایا پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ماکان ومایکون بتایا اور حضور علیہ السلام کے علم کیلئے علم قرآن کافی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح میں افضل القریٰ میں فرماتے ہیں

لان اللّٰہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم فعلم الاولین والآخرین وماکان ومایکون۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام جہانوں پر خبردار فرمایا

پس آپ نے اولین و آخرین کو اور جو کچھ ہو چکا ہو گا اسکو جان لیا۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ تمام جہان والوں کا علم آپ کو دیا گیا۔

(۹) امام بوصیری قصیدہ بردہ میں ارشاد فرماتے ہیں

وکلھم من رسول اللّٰہ ملتمس
غرفا من البحر او رشفا من الدیم

اور تمام رسول علیہم السلام آپ سے ہی لینے والے ہیں سمندر سے ایک چلّو یا بارش سے ایک چھینٹا۔

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ان جمیع الانبیاء کل واحد منھم طلبوا واخذ وا العلم من علمہ علیہ السلام الذی کالبحر فی السعۃ والکرم من کرمہ علیہ السلام الذی ھو کا الدیم لانہ علیہ السلام مفیض وھم مستفیضون لانہ تعالیٰ خلق ابتداء روحہ علیہ السلام ووضع علوم الانبیاء وعلم ما کان ومایکون ثم خلقھم فاخذوا علومھم منہ علیہ السلام۔

ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا اور لیا جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اس علم سے حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں اور وہ نبی

فیض لینے والے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی روح پیدا فرمائی پھر اس روح میں نبیوں کے اور ماکان ومایکون کے علم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا پس ان سب نے اپنے علوم حضور علیہ السلام سے لیے۔

(۱۰) امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں

النبوۃ ماخوذۃ من النبأ بمعنی الخبر ای اطلعه الله علی الغیب۔

نبوۃ نبأ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خبر یعنی اللہ نے غیب پر خبردار فرمایا۔

مواہب الدنیہ جلد دوم ص۱۹۲ القسم الثانی فیما اخبر بہ علیہ السلام من الغیوب میں ہے

لاشك ان اللّٰه تعالیٰ قد اطلعه علیٰ ازید من ذلك والقیٰ علیه علم الاولین والآخرین۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر اطلاع دی اور آپ پر اگلوں اور پچھلوں کا علم پیش کردیا۔

(۱۱) حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۳۱۰ میں فرماتے ہیں

ہر علم کہ مخصوص بہ اوست سبحانہ

خاص رسل را اطلاع مے بخشند

جو علم رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس پر خاص رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔

(۱۲) مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے

از بعضے صلحاء از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعضے از عرفاء کتابے نوشتہ اند اثبات کردہ اند کہ آں حضرت را تمام علوم الٰہی معلوم ساختہ بودند وایں سخن بظاہر مخالف بسیارے از ادلہ است تا قائل آنچہ قصد باشد۔

بعض علماء صالحین سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرا دیئے گئے تھے۔ یہ کلام بظاہر تو بہت دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قائل نے اس سے کیا مراد لی ہے۔

یہ عبارت اس لیے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام کا علم خدا کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی اور عطائی کا جانا۔ مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان کو مشرک نہ فرمایا بلکہ عارف کہا۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب ماننا شرک نہیں۔

(۱۳) مولانا بحر العلوم عبد العلی لکھنوی خطبہ حواشی میر زاہد رسالہ میں فرماتے ہیں۔

علمہ علوما ما احتوی علیہ العلم الاعلیٰ وما استطاع علیٰ احاطتھا اللوح الا وفی لم یلد الدھر مثلہ من الازل ولم یولد الی الابد فلیس لہ من فی السموات والارض کفوا احد۔

حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علوم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل ہے اور جس کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو آپ کی مثل زمانہ میں پیدا ہوا ازل سے اور نہ ابد تک ہوا اور آسمانوں و زمین میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں۔

(۱۴) جمع النہایہ میں ہے

قد ورد ان اللّٰہ تعالیٰ لم یخرج النبی علیہ السلام حتی اطلعہ علی کل شیئ۔

یہ وارد ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے نہ نکالا یہاں تک کہ آپ کو ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

(۱۵) شرح عقائد نسفی ص ۱۷۵ میں ہے

بالجملة العلم بالغیب امر تفرد به اللّٰه تعالیٰ لا سبیل الیه للعباد الا باعلام منه او الهاما بطریق المعجزة او الکرامة۔

خلاصہ کلام یہ کہ غیب جاننا ایک ایسی بات ہے جو خدا سے خاص ہے۔بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں بغیر رب کے بتائے یا الہام فرمائے معجزہ یا کرامت کے طریقہ پر۔

(۱۶) درمختار شروع کتاب الحج میں ہے

فرض الحج سنة تسع وانما اخره علیه السلام بعشر لعذر مع علمه ببقاء حیاته لیکمل التبلیغ۔

حج ۹ ہجری میں فرض ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کو ۱۰ ہجری تک مؤخر فرمایا کسی عذر کی وجہ سے اور حضور علیہ السلام کو اپنی زندگی پاک کے باقی رہنے کا بھی علم تھا تاکہ تبلیغ پوری ہو جائے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ کو معلوم تھا کہ کب وفات ہوگی! جو کہ علوم خمسہ سے ہے اور آپ کو اپنی وفات کا علم تھا اس لیے آپ نے حج کو ۱۰ ہجری پر مؤخر فرمایا تاکہ تبلیغ اسلام مکمل ہو سکے ورنہ حج فرض ہوتے ہی اس کا ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ ہمیں موت کی خبر نہیں ہے۔

قسم چہارم مخالفین کے اکابرین کے اقوال

اس قسم چہارم میں ان اقوال سے علم غیب ثابت کیا جا رہا ہے جنہیں منکرین علم غیب اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں۔

(۱) شمائم امدادیہ ص ۱۱۰ میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں

کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو علم ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے حالات کی خبر نہ تھی۔ اسکو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔ ماخوذ از انوار غیبیہ ص ۲۵

(۲) مولوی رشید احمد گنگوی لطائف رشیدیہ ص ۲۷ میں فرماتے ہیں

انبیاء علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ غیبیہ اور تیقظ (حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے) کما قال النبی علیہ السلام لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا۔ اور فرمایا انی اری مالا ترون۔ انوار غیبیہ ص ۳۲

(۳) مولوی اشرف علی تھانوی تکمیل الیقین مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ پریس ص ۱۳۵ میں بیان کرتے ہیں کہ

رسل اولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لیے کہ ہر حادث اسکے علم سے اس کے ارادہ کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہوسکتا ہے کہ یہ ہی خدا از رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اسے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے اگرچہ ہم اسکے قائل ہیں کہ فطرت انسانی کا یہ مقتضی نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شئے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتا دے تو اسکو کون روک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتانے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیتے ہیں ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اس کا دعویٰ کرے اس کو کافر بتاتی ہے۔

(۴) مولوی محمد قاسم نانوتوی تحذیر الناس کے ص ۴ پر لکھتے ہیں

علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور۔ لیکن وہ سب علم رسول اللہ میں مجتمع ہیں۔ اس طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء بالعرض ہیں۔

قسم پنجم اولیاء کرام کا علم غیب

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں کتاب عقائد تالیف شیخ ابو عبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں

(۱) العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب۔

بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے پس وہ غیب جانتا ہے۔

(۲) اسی مرقاۃ میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا

یطلع العبد علی حقائق الاشیاء ویتجلی له الغیب وغیب الغیب۔

کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔

(۳) مرقاۃ جلد دوم ص ۶ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ میں فرماتے ہیں

النفوس الزکیة القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة خرجت واتصلت بالملا الاعلی ولم یبق له حجاب فتری الکل کالمشاهد بنفسها اوباخبار الملك لها۔

پاک وصاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے جماعت اعلیٰ سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا پس وہ تمام چیزوں کا مثل محسوس و حاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتے کے الہام سے۔

(۴) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں سورۃ جن کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں

اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است۔

یعنی لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور اسکی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔

(۵) امام ابن حجر مکی کتاب الاعلام میں تحریر فرماتے ہیں

الخواص یجوز ان یعلم الغیب فی قضیة اوقضاء کما وقع لکثیر منهم واشتهر۔

جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہو گیا

(۶) شاہ ولی اللہ صاحب نے الطاف القدس میں تحریر فرمایا ہے

نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود و

ذات عارف بجائے روح او ہمہ عالم بعلم

حضوری مے بیند۔

عارف کا نفس بالکل جسم بن جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے روح کے ہو جاتی ہے وہ تمام عالم کو علم حضوری سے دیکھتا ہے۔

(۷) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

نظرت الیٰ بلاد اللہ جمعا

کخردلۃ علیٰ حکم اتصال

ہم نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جیسے چند رائی کے دانے ملے ہوئے ہوں۔

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار میں حضور غوث پاک کا ارشاد نقل فرماتے ہیں

قال رضی اللہ عنہ یا ابطال یا ابطال ہلموا وخذوا عن ہٰذا البحر الذی لا ساحل لہ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان بؤبؤۃ عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائص فی بحار علم اللہ۔

اے بہادرو اے فرزندو آؤ اور اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارہ ہی نہیں قسم ہے اپنے رب کی کہ تحقیق نیک بخت اور بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے

جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔

(۹) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست وما مے گویم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

(۱۰) امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں

واما شیخنا السید علی الخواص رضی اللہ عنہ فسمعتہ یقول لایکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھومن یوم الست الیٰ استقرارہ فی الجنۃ اوفی النار۔

ہم نے شیخ علی خواص ؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اسکے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔

قسم ششم مسئلہ علم غیب پر اعتراض

مسئلہ علم غیب پر جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں ان میں چند حسب ذیل ہیں۔ لیکن اعتراض اور اسکے جواب سے قبل یہ بات ذہن نشین کر لینی ضروری ہے کہ جن آیات، احادیث اور اقوال فقہاء میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے ان میں یا تو ذاتی علم مراد ہے، یا رب تعالیٰ کے تمام معلومات کی نفی مراد ہے۔ اور یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ منکرین علم غیب کے اکابرین بعض علوم غیبیہ کے بھی اقرار میں ہیں ہمارے نزدیک یہ بعض علم غیب کلی ہے لیکن اس بعض کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے مقابلہ میں اس طرح بھی نہیں ہے جس طرح ایک قطرہ کو سمندروں سے نسبت ہے۔ اس لیے کے علم الٰہی کی مقدار کا ہمیں علم نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس قسم کے تمام دلائل کا صرف دو لفظوں میں جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

معناھا لا یعلم ذلك استقلا لا وعلم احاطة الا اللہ تعالیٰ اما المعجزات والكرامات فبا علام اللہ۔

ان کے معنی یہ ہیں کہ مستقل طور پر (ذاتی) اور احاطہ کے طور پر کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن معجزات اور کرامات تو وہ خدا کے بتانے سے ہوتے ہیں۔

اعتراض اول

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب۔

تم فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہو کہ میں غیب جان لیتا ہوں۔

جواب اول: اس آیت کریمہ میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔

جواب دوئم: اس آیت کریمہ میں تمام معلومات الٰہیہ کی نفی ہے۔

جواب سوئم: اس کلام میں تواضع اور انکسار ہے۔

جواب چہارم: اس آیت میں دعوی علم غیب کی نفی ہے یعنی میں دعوی نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی دعوی علم غیب کی نفی ہے نہ کہ علم غیب کی۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے

یحتمل ان یکون ولا اعلم الغیب عطفا علی لا اقول لکم ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیه دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمه الا اللّٰہ۔

اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ لا اعلم کا عطف لا اقول پر ہو یعنی اے محبوب فرما دو کہ میں غیب نہیں جانتا تو اس میں دلالت اسی پر ہو گی۔ کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر خازن میں ہے

وانما نفی عن نفسه الشریفة هذه الاشیاء تواضعا لله تعالیٰ واعترافا للعبودیة فلست اقول شیأً من ذلك ولا ادعیه۔

حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی۔ رب کیلئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے یعنی میں اس میں سے کچھ نہیں کہتا اور کسی چیز کا دعوی نہیں کرتا۔

اعتراض دوم

وما علمناه الشعر وما ینبغی له۔

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ ہی وہ انکی شان کے لائق ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آپ کو کلی علم غیب نہیں اگر کلی علم غیب ہوتا تو شعر کو بھی جانتے حالانکہ آپ سے اسکی نفی کی گئی ہے۔

جواب

شعر کا معنی ہے جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں۔ تو آیت کا معنی یہ ہو گا کہ ہم نے آپ کو جھوٹی باتوں کی تعلیم نہیں دی بلکہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق ہے۔

تفسیر خازن میں ہے

قیل ان کفار قریش قالوان محمدا شاعر وما یقوله شعر فانزل اللّٰه تکذیبا لھم وما علمناہ الشعر۔

کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ حضور علیہ السلام شاعر ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں (قرآن) وہ شعر ہے اسکی تکذیب کیلئے رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

اعتراض سوم

منھم من قصصنا علیك ومنھم من لم نقصص علیك۔

ان نبیوں میں سے کسی کا حال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا حال نہ بیان فرمایا اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو کلی علم غیب نہیں۔

جواب

اس کا مفہوم یہ ہے کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا۔ وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ان النبی علیه السلام لم یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیاء تفصیلا کیف لا وھم مخلوقون منه وخلفھم لیلة الاسراء فی بیت المقدس ولکنه العلم المکنون وانما ترك بیان قصصھم لامته رحمة بھم فلم یکلفھم الا بما

کانوا یطیقون۔

حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ وہ کیوں کر نہ جانیں حالانکہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم مکنون ہے اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیے امت کیلئے ان پر رحمت فرماتے ہوئے پس ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

اعتراض چہارم

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو نہ تو اپنی خبر تھی اور نہ کسی کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جائیگا۔

جواب اول

اس آیت میں درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں۔ درایت کا معنی قیاس اور اٹکل سے جاننا یعنی میں بغیر وحی کے اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ وحی سے جانتا ہوں۔

جواب دوم

یہ آیت انا فتحنالك الخ کی آیت سے منسوخ ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے

ما خرج علیه السلام من الدنیا حتی علمه الله فی القرآن ما یعمل به وبالمومنین فی الدنیا والآخرة اجمالا وتفصیلا۔

یعنی حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کے ذریعہ اجمالاً اور تفصیلاً بتا دیا کہ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جائیگا۔

ملا عبد الرحمان بن محمد مشقی رسالہ ناسخ اور منسوخ میں فرماتے ہیں

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم نسخ بقوله انا فتحنا لك۔

اعتراض پنجم

یسئلونك عن الساعة قل انما علمها عند الله۔

لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کو کلی علم غیب نہیں ہے اگر علم غیب کلی ہوتا تو آپ کو قیامت کا علم ہوتا۔

جواب

اس آیت کے ماتحت تفسیر صاوی میں مرقوم ہے

المعنی لا یفید علمه غیره تعالیٰ ولا ینا فی ان رسول اللّٰه علیه السلام لم یخرج من الدنیا حتی اطلع علی ما کان ومایکون وماهو کائن ومن جملته علم الساعة۔
معنی یہ ہے کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے سارے اگلے پچھلے واقعات پر مطلع فرما دیا ان میں سے قیامت کا علم بھی ہے۔

اعتراض ششم

ان اللّٰه عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وماتدری نفس ماذاتکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللّٰه علیم خبیر۔
بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔
اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ کو کلی علم غیب نہیں ہے اگر کلی علم غیب ہوتا تو ان پانچ غیبوں کا بھی علم ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ ان پانچ غیبوں کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور یہ اسکی صفت ہے اور جو کوئی اسکی صفت کو غیر اللہ کیلئے ثابت کرے وہ مشرک ہے۔

پانچ غیب حسب ذیل ہیں

(۱) قیامت کب قائم ہو گی؟ (۲) بارش کب برسے گی؟

(۳) عورت کے پیٹ مین لڑکا ہے یا لڑکی؟

(۴) کل کیا کرے گا؟ (۵) کون کہاں مرے گا؟

جواب

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی شخص علوم خمسہ کو نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ انہیں ذاتی طور پر جانتا ہے۔

علامہ صاوی اس آیت کے ماتحت راقم ہیں

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة لا يعلمها احد الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه واولياءه بقرنية قوله ان الله عليم خبير بمعنى المخبر۔

اور تم بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ خدا پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر

انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ باب اشراط الساعۃ زیر حدیث

خمس لا يعلمهن الا الله اخبر الصديق زوجته بنت خارجة انها حاملة بنت فولدت بعد وفاته ام كلثوم بنت

ابی بکر فهذا من الفراسۃ والظن ویصدق اللّٰہ فراسۃ المؤمن۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کو خبر دی کہ وہ بیٹی سے حاملہ ہیں لہذا صدیق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت صدیق پیدا ہوئیں پس یہ فراست اور ظن ہے خدا تعالیٰ مومن کی فراست کو سچا کر دکھاتا ہے۔

سید شریف عبد العزیز مسعود کتاب الابریز میں فرماتے ہیں

ھو علیہ السلام لا یخفی علیہ شیئ من الخمس المذکورۃ فی الآیۃ وکیف یخفی ذلک والاقطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ یعلمونہا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والآخرین الذی ھو سبب کل شیئ ومنہ کل شیئ۔

حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور آپ پر یہ علوم کیونکر مخفی ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے سات قطب ان کو جانتے ہیں پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے وہ چیز ہے۔

اعتراض ہفتم

اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو خیبر میں زہر آلود گوشت کیوں کھا لیا اگر جانتے ہوئے کھایا تو یہ خودکشی ہے جس سے نبی معصوم ہیں۔

جواب

اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر بحکم الٰہی اثر نہیں کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ ہم اسے کھالیں تا کہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہمیں شہادت کی وفات عطا فرمائی جائے اور آپ راضی برضا تھے یہ خودکشی نہیں جیسا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام آگ میں کود پڑے اس لیے کہ آپ راضی برضاء حق تھے۔

اعتراض نہم

اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو بیر معونہ کے منافقین دھوکہ سے آپ سے ستر صحابہ کرام کیوں لے گئے جنہیں وہاں جا کر شہید کر دیا۔

جواب

آپ کو سب کچھ معلوم تھا لیکن آپ راضی برضاء حق تھے۔

اعتراض دہم

فتاوی قاضی خاں میں ہے

رجل تزوج بغیر شهود فقال الرجل خدا و رسول را گواه کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله علیه السلام یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان

فی الحیاۃ فکیف بعد الموت۔

کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا تو مرد نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کو گواہ کیا تو لوگوں نے کہا ہے کہ یہ قول کفر ہے کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ علیہ السلام غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ تو غیب زندگی میں نہ جانتے تھے چہ جائیکہ موت کے بعد۔

شرح فقہ اکبر میں ملا علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ

حنفیوں نے صراحتہً ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کفر ہے کیونکہ یہ عقیدہ خدائے پاک کے اس فرمان کے خلاف ہے کہ فرما دو آسمانوں اور زمین کا غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فقہاء کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب ماننا کفر ہے۔

جواب

قاضی خاں کی عبارت میں لفظ ''قالوا'' ہے اور قاضی خاں وغیرہ فقہاء کی عبارات میں لفظ ''قالوا'' اس جگہ بولتے ہیں جہاں ان کو یہ قول پسند نہ ہو۔

شامی جلد پنجم ص ۴۴۵ میں ہے

لفظة قالوا تذکر فیمافیه خلاف۔

لفظ قالوا وہاں بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے

کلام قاضی خان یشیر الیٰ عدم اختیارہ له حیث قال قالوا لا یصلی علیه فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قوله قالوا اشارۃ الیٰ عدم استحسانه له وانه غیر مروی عن الائمة کما قلناہ فان ذٰلك متعارف فی عباراتھم لمن استقرأھا۔

قاضی خاں کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قالوا الخ ان کے قالوا کہنے میں اُس طرف اشارہ ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں ہے اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں شائع ہے اسکو معلوم ہے جو ان کی تلاش کرے۔

درمختار کتاب النکاح میں ہے

تزوج رجل بشھادۃ اللّٰہ ورسوله لم یجز بل قیل یکفر۔

ایک شخص نے نکاح کیا اللہ اور رسول کی گواہی سے تو جائز نہیں ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جائیگا۔

اس عبارت کے ماتحت شامی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا

وفی الحجة ذکر فی الملتقط لا یکفر لان الاشیاء تعرض

علیٰ روح النبی علیہ السلام ان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللّٰہ تعالیٰ فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات۔

ملتقط میں ہے وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ چیزیں حضور علیہ السلام کی روح پر پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں۔ رب نے فرمایا کہ پس ظاہر نہیں فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے۔ میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے بعض غیبوں پر مطلع ہونا ہے۔

معترض نے ملاعلی قاری کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ اصل عبارت یہ ہے

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللّٰہ وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر الخ

پھر جان لو کہ انبیاء کرام غیب چیزوں کو نہیں جانتے سوائے اسکے جو اللہ نے بتا دیں اور حنفیوں نے کفر کی تصریح کی جو نبی علیہ السلام کیلئے علم غیب مانے۔

ملاعلی قاری کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نبی علیہ السلام کیلئے علم غیب ذاتی مانے وہ کافر ہے۔ رہا علم غیب عطائی تو اس کا معتقد کافر نہیں ہے۔ قبل ازیں ملاعلی قاری کی عبارت بھی نقل کی جاچکی ہے جس میں یہ تصریح کی گئی کہ وہ حضور علیہ السلام کیلئے علم ماکان ومایکون تسلیم کرتے ہیں۔

مسئلہ حاضر و ناظر

حاضر و ناظر کے دو معنی ہیں لغوی اور شرعی

لغوی معنی

حاضر کا معنی سامنے موجود ہونا غائب نہ ہونا (المصباح المنیر، منتہی الادب)
ناظر کے چند معنی ہیں۔

(۱) دیکھنے والا (۲) آنکھ کا تل (۳) نظر
(۴) ناک کی رگ (۵) آنکھ کا پانی المصباح المنیر، قاموس

خلاصہ یہ کہ جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ ہم تصرف کر لیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک ہماری نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر ہیں مگر وہاں حاضر نہیں کیونکہ وہاں پر ہماری دسترس نہیں۔ اور جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے۔

حاضر و ناظر کے شرعی معنی

حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم

سے ہو جو قبر میں مدفون ہے یا کسی اور جگہ موجود ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ یعنی حاضر بروحہ و ناظر ببصرہ۔ البتہ اپنے جسم مبارک کے ساتھ جس جگہ بھی تشریف لیجانا چاہیں تو اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ قرآن، احادیث اور علماء کے اقوال سے یہ مسئلہ ثابت ہے

(۱) اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یا ایھا النبی انا ارسلناك شاھداً ومبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔

اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

شاہد کا معنی گواہ بھی ہوسکتا ہے اور حاضر و ناظر بھی۔ گواہ کو شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقعہ پر حاضر ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کو شاہد بایں معنی کہا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کو دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں یا اس لیے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی عینی گواہی دیں گے۔

(۲) اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان
میں تشریف فرما ہو۔

یعنی عذاب الٰہی اس لیے نہیں آتا کہ ان میں آپ موجود ہیں اور عام عذاب تو قیامت تک کسی جگہ بھی نہ آئے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔ بلکہ روح البیان میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید و شقی کے ساتھ رہتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

واعلموا ان فیکم رسول اللہ۔

جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

یہ خطاب تمام صحابہ کرام سے ہے اور صحابہ کرام تو مختلف مقامات پر رہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ سب جگہ ان کے پاس ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض۔

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم کو رب نے تمام کائنات کا مشاہدہ کرایا اور حضور علیہ السلام آپ سے افضل ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ آپ نے

بھی تمام عالم کا مشاہدہ فرمایا ہو۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔

نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس کے ص ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اولیٰ کے معنی قریب تر ہیں۔ سب سے زیادہ ہماری جان اور جان سے بھی قریب نبی علیہ السلام ہیں۔

اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

(۱) مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے

فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد۔

نکیرین میت سے پوچھتے ہیں کہ تم انکے (حضور علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں۔

یابا حضار ذات شریف وے در عیانے بہ ایں طریقکہ درقبر مثالے وے علیہ السلام حاضر ساختہ باشد۔

یعنی یا ظاہر ظہور آپ کی ذات شریف کو حاضر کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا وجود مثالی موجود کر دیتے ہیں

قسطلانی شرح بخاری میں ہے

فقیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وھی بشری عظیمۃ للمؤمن ان صح۔

کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نبی علیہ السلام کو دیکھتا ہے اور یہ مسلمان کیلئے بڑی خوشخبری ہے اگر ٹھیک رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں کیونکہ اس وقت میں ہزار ہا مقامات پر ہزار ہا مردے دفن کئے جاتے ہیں اور ہر قبر میں سرکار کی جلوہ گری ہوتی ہے۔

(۲) مشکوۃ ''التحریض علی قیام اللیل'' میں ہے

استیقظ رسول اللہ ﷺ لیلۃ فزعا یقول سبحان اللہ ماذا انزل اللیۃ من الخزائن وما ذا انزل من الفتن۔

ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے تمام فتنوں کو آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

(۳) مشکوۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد باب وفاۃ النبی علیہ السلام میں ہے

ان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی۔

تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اسکو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں

معلوم ہوا کہ آپ کی نگاہ مبارک سے حوض کوثر پوشیدہ نہیں ہے۔

(۴) مشکوۃ ''باب تسویۃ الصّف'' میں ہے

فانی اراکم من ورائی۔

اپنی صفیں سیدھی رکھو کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

(۵) ترمذی جلد دوم باب العلم باب ماجاء فی ذہاب العلم میں ہے

کنا مع النبی علیہ السلام فشخص ببصرہٖ الی السماء ثم قال ھذا اوان یختلس العلم من الناس حتی لا یقدر وامنہ علیٰ شیئ۔

ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وقت ہے جبکہ علم لوگوں سے چھین لیا جائیگا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں

فکانہ علیہ السلام لما نظر الی السماء کوشف باقتراب

اجلہ فاخبر بذالک۔
حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپ کے وصال کا قرب ظاہر ہو گیا تو اسکی خبر دیدی۔

(۶) مشکوۃ شروع باب الفتن فصل اول میں ہے

کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا

فانی اری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر۔
میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔
معلوم ہوا کہ یزیدی و حجازی فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے تھے انہیں بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنی نگاہِ مبارک سے آئندہ کے تمام واقعات اور دور و قریب کے حالات کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور آپ کے وسیلہ سے آپ کے خدام کو بھی دور کے حالات ملاحظہ کرنے کی قدرت عطا کی گئی۔

(۷) مشکوۃ جلد دوم باب الکرامات میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر کا سردار حضرت ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا۔

فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساری الجبل۔

حضرت عمر مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کولو۔

کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کولو تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔ خدا نے ان کو شکست دے دی۔

(۸) علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی

کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے سوال کیا۔ فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں آج کا دن پایا۔ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہوکر فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟

میں نے عرض کیا

وکانی انظر الیٰ عرش ربی بارزا وکانی انظر الیٰ اهل الجنة یتزاوردون فیها وکانی انظر الیٰ اهل النار یتضاعون فیها۔

گویا کہ میں عرش الٰہی کو ظاہرا دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

اس قصہ کو مثنوی شریف میں نقل کیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے

میرے سامنے ۸ بہشت اور ۷ دوزخ اس طرح ظاہر ہیں جیسے ہندو کے

سامنے بت ہیں ہر ایک مخلوق کو ایسا پہچانتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں۔ کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون؟ میرے سامنے یہ سب مچھلی اور چیونٹی کی طرح ہیں۔ چپ رہوں یا کچھ اور کہوں۔ حضور علیہ السلام نے ان کا منہ پکڑ لیا اور فرمایا بس۔

جب اس آفتاب کے ذروں کی نظر کا یہ حال ہے کہ جنت، دوزخ، عرش وفرش جنتی اور دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس آقا کی نظر پاک کا کیا کہنا۔

(۱) درمختار جلد اول باب کیفیۃ الصلوۃ میں ہے

ویقصد بالفاظ التشھد الانشاء کانہ یحی علی اللہ ویسلم علیٰ نبیہ نفسہ۔

التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب کو تحیہ اور حضور علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔

(۲) شامی میں اسی عبارت کے ماتحت مرقوم ہے

ای لا یقصد الا خبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ علیہ السلام ومن ربہ ومن الملائکۃ۔

یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ السلام رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

(۳) مجمع البرکات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

وے علیہ السلام براحوال واعمال امت مطلع است

برمقربان وخاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است۔

حضور علیہ السلام امت کے حالات واعمال پر مطلع ہیں اور حاضرین بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر و ناظر ہیں۔

(۴) مرقاۃ باب مایقال عند من حضرہ الموت کے آخر میں ہے

ولا تباعد عن الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم ابدان مکتسبة متعددة وجدوها فی اماکن مختلفة فی آن واحد۔

یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

(۵) شفا شریف میں ہے

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔

جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

(۶) اسکے ماتحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

لان روح النبی علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام۔

کیونکہ نبی علیہ السلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

(۷) مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں

وقال الغزالی سلم علیه اذا دخلت فی المساجد فانه علیه السلام یحضر فی المساجد۔

امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں تشریف لاتے ہیں۔

(۸) دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے

وقیل لرسول الله ارأیت صلوٰۃ المصلین علیك ممن غاب عنك ومن یاتی بعدك ما حالهما عندك فقال اسمع صلوٰۃ اهل محبتی واعرفهم وتعرض علی صلوٰۃ غیرهم عرضا۔

حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے؟ تو فرمایا کہ ہم محبت والے کے درود کو تو خود سنتے ہیں اور غیر محبین کا درود ہم پر پیش کیا جاتا ہے۔

(۹) شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے

عن علقمة قال اذا دخلت المسجد فقل السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته

علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تو مسجد میں داخل

ہوتو کہو کہ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

(۱۰) مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۳۵ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

وبعضے عرفاء گفته اند که ایں بجهت سریان حقیقت محمدیه است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید که ازیں معنی آگاه باشد وازیں شهود غافل نه بود تا انوار قرب واسرار معرفت منور و فائز گردد۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ التحیات میں یہ خطاب اس لیے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ پس حضور علیہ السلام نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو تا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہوجائے۔

(۱۱) شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات اولیاء میں ہے

والانصاف ماذکره الامام النسفی حین سئل عما یحکیٰ ان الکعبة کانت تزور واحدا من الاولیاء

ھل یجوز القول بہ فقال نقض العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاھل الولایۃ جائز عند اھل السنۃ۔

انصاف کی بات وہی ہے جو امام نسفی نے اس وقت کہی جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کرنے جاتا ہے کیا یہ کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لیے خلاف عادت کام کرامت کے طریقہ پر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

(۱۲) تفسیر روح البیان سورۂ ملک کے آخر میں ہے

قال الامام الغزالی والرسول علیہ السلام لہ الخیار فی طواف العالم مع ازواح الصحابۃ لقد راٰہ کثیر من الاولیاء۔

امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔

(۱۳) انتباہ الاذکیاء فی حیاۃ الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں

النظر فی اعمال امتہ والاستغفار لھم من السیأت والدعاء بکشف البلاء عنھم والتردد فی اقطار الارض والبرکۃ فیھا وحضور جنازۃ من صالحی

امتہ فان ھذہ الامور من اشغالہ کما وردت بذالک الحدیث والآثار۔

اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کیلئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع بلا کی دعا فرمانا اطراف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مر جاوے تو اس کے جنازے میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں۔

(۱۴) امام غزالی المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں

ارباب قلوب مشاھدہ مے کنند دربیداری انبیاء ملائکہ را وھمکلام مے شوند بایشاں۔

صاحب دل حضرات جاگتے ہوئے انبیاء و ملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ان سے بات چیت کرتے ہیں۔

(۱۵) امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں

ان اعتقد الناس ان روحہ ومثالہ فی وقت قراءۃ المولد وختم رمضان وقراءۃ القصائد یحضر جاز۔

اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور آپ کی مثال مولود شریف پڑھنے ختم رمضان اور نعت خوانی کرتے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔

(۱۶) مولوی عبدالحی رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان میں تحریر کرتے ہیں۔

کہ ایک نعت خوان تھا اور حقہ بھی پیتا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں مگر جب حقہ آجاتا ہے تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں۔

(۱۷) امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں

واذا سمعت فعنك قولا طيبا

واذا نظرت فلا ارى الاك

جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

(۱۸) منکرین کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی امداد السلوک کے ص ۱۰ پر راقم ہیں

ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دوراست اما روحانیت او دور

نیست چوں ایں امر محکم دارد ہر وقت شیخ را بیاد دارد وربط قلب پیدا آید و ہردم مستفید بود مرید در حال واقعہ محتاج شیخ بود۔ شیخ را بقلب حاضر آورد بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللّٰہ تعالیٰ القاء خواہد کرد مگر ربط تام شرط است وبسبب ربط قلب شیخ رالسان قلب ناطق می شود وبسوئے حق تعالیٰ او را محدث سے کند۔
مرید بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے مرید جہاں بھی ہو دور ہو نزدیک اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے۔ شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القاء کریگی مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اس تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں۔

(۱) پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا۔

(۲) مرید کا تصور شیخ میں رہنا۔

(۳) پیر کا حاجت روا ہونا۔

(۴) پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔

جب یہ تمام امور پیر کیلئے ثابت ہیں تو حضور علیہ السلام کیلئے انہیں تسلیم کرنا کیونکر شرک ہوسکتا ہے۔

(۱۹) روح البیان، خازن، کبیر وغیرہ تفاسیر میں پارہ ۷

سورہ انعام میں حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا کے ماتحت ہے

جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث يشاء

یعنی ملک الموت کیلئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔

(۲۰) روح البیان میں اسی جگہ تحریر ہے

ليس على ملك الموت صعوبة فى قبض الارواح و ان كثرت وان كانت فى امكنة متعددة۔

ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگرچہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔

(۲۱) تفسیر خازن میں اسی مقام پر ہے

ما من اهل بيت شعر ولا مدر الا ملك الموت يطيف بهم يوما مرتين۔

کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

جب ملک الموت کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو حضور علیہ السلام جو کہ ان کے آقا ہیں ان کا حاضر و ناظر ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔

اعتراض اوّل

وما كنت بجانب الطور اذ نادينا

آپ طور کی طرف نہ تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ کو آواز دی۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

جواب

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اپنے اصلی جسم مبارک کے ساتھ وہاں پر موجود نہ تھے۔ اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ آپ ہر جگہ اپنی روح کے ساتھ حاضر ہیں۔

تفسیر صاوی میں اس آیت کے ماتحت مرقوم ہے

وهذا بالنظر الى العالم الجسماني لاقامة الحجة على الخصم واما بالنظر الى العالم الروحاني فهو حاضر رسالة

کل رسول وما وقع من لدن آدم الی ان ظهر بجسمه الشریف۔

یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کے وقت آپ موجود نہ تھے یعنی جسمانی لحاظ سے رہا عالم روحانی کے لحاظ سے تو حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لیکر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

اعتراض دوم

فتاوی بزازیہ میں ہے

من قال ان ارواح المشائخ حاضر تعلم یکفر۔

جو کہے مشائخ کی ارواح حاضر ہیں۔ جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

جواب

فتاوی بزازیہ میں جس حاضر کے ماننے کو کفر قرار دیا گیا ہے اس سے وہ حاضر مراد ہے جو صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی، قدیم، واجب، بغیر کسی جگہ میں حاضر ہوئے حاضر ہونا رب کی صفت ہے کہ وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں۔ اولیاء اور حضور علیہ السلام بالخصوص ہر جگہ حاضر و ناظر بمعنی مذکور نہیں بلکہ آپ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور ہر جگہ میں ہیں۔ اور قدیم واجب اور ذاتی حیثیت سے ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

اعتراض سوم

اگر آپ ہر جگہ حاضر ہیں اور نور بھی ہیں تو چاہیے کہ رات کو کبھی بھی اندھیرا نہ ہو۔

جواب

الزامی

قرآن مجید، فرشتے اور اللہ تعالیٰ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر ہیں تو چاہیے کہ کسی بھی جگہ پر اندھیرا نہ ہو۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام، فرشتے اور قرآن کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے والے کیلئے نور بصیرت درکار ہے۔ بعض مقبول لوگ نور کا اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض چہارم

اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو کسی کو بھی امامت کا حق نہیں ہونا چاہیے۔

جواب

امامت کیلئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو اور منظور بھی۔ آپ حاضر ہیں اور تمام جہان کو دیکھ رہے ہیں مگر منظور نہیں ہیں۔ نیز آپ پر نماز فرض نہیں ہم پر فرض ہے۔ اور فرض والا نفل والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو حقیقی مددگار جانتے ہوئے اولیاء و انبیاء علیہم السلام کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر ان سے مدد مانگنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

(۱) وادعوا شهداء کم من دون اللّٰه ان کنتم صادقین۔ پ ۱ ع ۳

اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمائیتوں کو بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔

اس میں کفار کو غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

(۲) قال من انصاری الی اللّٰه قال الحواریون نحن انصار اللّٰه۔ پ ۳ ع ۱۳

حضرت عیسیٰ نے کہا کہ کون ہے جو اللہ کی طرف میری مدد کرے حواریوں نے کہا ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۳) تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ پ ۶ ع ۵

مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر نیک کاموں کے اور تقویٰ کے اور گناہ وزیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(٤) ان تنصروا اللّٰه ینصر کم۔ پ ۲۶ ع ۵

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

اس میں رب تعالیٰ نے جو کہ غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ارواح انبیاء سے حضور علیہ السلام کی مدد کرنے کا عہد لیا۔

(۵) لتؤمنن به ولتنصرنه۔ پ ۳ ع ۱۷

تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

(٦) استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ پ۲ ع ۳

نماز اور صبر کے ساتھ مدد طلب کرو۔

اس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کریں۔ اور نماز اور صبر غیر اللہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

(۷) فاعینونی بقوۃ۔ پ ١٦ ع ۲

قوت کے ساتھ میری مدد کرو۔

اس میں سکندر ذوالقرنین نے دیوار آہنی بناتے وقت لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔ اگر غیر اللہ سے مدد طلب ناجائز ہوتا تو آپ مدد کیوں طلب کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

(۸) فان اللہ ھو مولاہ و جبریل وصالح المومنین والملائکۃ بعد ذلك ظھیر۔ پ ۲۸ ع ۱۹

اللہ تعالیٰ، جبریل، متقی مسلمان اور فرشتے رسول کے مددگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

(۹) والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض۔ پ ۱۰ ع ۱۵

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا۔

(۱۰) واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی اشدد بہ ازری۔ پ ۱۶ ع ۱۱

اے اللہ میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کر دے میری پشت کو ان کی مدد سے مضبوط کر دے۔

رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ اے موسیٰ تو غیر اللہ سے مدد کیوں طلب کرتا ہے کیا میں تیرے لیے کافی نہیں ہوں۔ معلوم ہوا بندوں کا سہارا لینا سنت انبیاء ہے۔

مشکوۃ باب السجود وفضلہ میں ربیعہ بن کعب اسلمی سے بروایت مسلم مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

سل فقلت اسئلك مرافقتك فی الجنة قال او غیر ذلك فقلت ھو ذالك قال فاعنی علی نفسك بكثرة السجود۔

کچھ مانگ لو میں نے کہا میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں فرمایا کچھ اور مانگنا ہے میں نے کہا صرف یہی۔ فرمایا کہ اپنے نفس پر زیادہ

نوافل سے میری مدد کرو۔

معلوم ہوا ربیعہ نے آپ سے جنت مانگی۔ اسکے جواب میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو مجھ سے کیوں مانگتا ہے اپنے رب سے مانگ۔ مزید براں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ربیعہ سے مدد طلب کی کہ اس کام میں تم میری صرف اس قدر مدد کرو کہ زیادہ نوافل پڑھا کرو۔

اسی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے

واز اطلاق سوال کہ فرمود سل وتخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری
بدرگاہش بیا وہرچہ مے خواہی تمنا کن

سوال کو مطلق فرمانے کہ "مانگ لو" اور کسی چیز سے مقید نہ فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دیدیں کیونکہ دنیا و آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و آخرت کی خیر

چاہتے ہو تو اسکے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

تفسیر کبیر میں پارہ اول کی آیت واذ قال ربك للملائکة الخ کے ماتحت حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں پھنس جائے تو کہے

اعینونی عباد اللہ یرحمکم اللہ۔

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔

اشعۃ اللمعات شروع باب زیارۃ القبور میں ہے

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات یکے از مشائخ گفتہ دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرفہا ایشاں در حیات خود یا بیشتر۔ قومے مے گوید کہ امداد حی قوی تراست ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر واولیاء را تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را وارواح باقی ست۔

امام غزالی نے فرمایا جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہی عمل درآمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا زیادہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور

میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی ہے اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں ہے مگر ان کی روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

حاشیہ مشکوۃ باب زیارۃ القبور میں ہے

واما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی علیه السلام اوالانبیاء فقد انکره کثیر من الفقهاء واثبته المشائخ الصوفیة وبعض الفقهاء قال الامام الشافعی قبر موسیٰ الکاظم تریاق مجرب لاجابة الدعاء وقال الامام الغزالی من یستمد فی حیاته یستمد بعد وفاته۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور دیگر انبیاء کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے مدد مانگنے کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اسکو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کیلئے آزمودہ تریاق ہے اور امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

معلوم ہوا حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور انبیاء علیہم السلام سے مدد مانگنا متفق علیہ ہے البتہ قبور اولیاء سے مدد مانگنے میں علماء ظاہر نے اختلاف کیا لیکن صوفیاء کرام اور اہل کشف نے اسے جائز فرمایا۔

تفسیر کبیر، روح البیان اور خازن میں فلبث فی السجن بضع سنین کی تفسیر میں مرقوم ہے

الاستعانہ بالناس فی دفع الضرو و الظلم جائز۔
مصیبت دور کرنے کیلئے لوگوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔

درمختار باب اللقطۃ میں مرقوم ہے

ان الانسان اذا ضاع لہ شیئ و اراد ان یردہ اللہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ و یقرء الفاتحۃ ویھدی ثوابھا للنبی علیہ السلام ثم یھدی ثوابھا لسیدی احمد بن علوان یقول یا سیدی یا احمد بن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتك من دیوان الاولیاء فان اللہ یرد ضالتہ ببرکتہ۔

اگر کسی کی کوئی شئے گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی چیز واپس ملا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے پھر یہ دعا پڑھے اے میرے آقا اے احمد بن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال دوں گا پس خدا تعالیٰ انکی برکت سے اسکی گمشدہ چیز کو واپس کر دے گا۔

حصن حصین ص ۲۰۲ میں مرقوم ہے

وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔

جب مدد لینا چاہے تو کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اسکی شرح الحرز الثمین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

اذا انفلتت دابة احدكم بارض فلاة فليناد يا عباد الله احبسوا۔

یعنی جب جنگل میں کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دو کہ اے اللہ کے بندو اسے روک دو۔

''عباد اللہ'' کے بارے میں فرماتے ہیں

المراد بهم الملائكة او المسلمون من الجن اور جال الغيب المسمون بابدال۔

پھر فرماتے ہیں

هذا حديث حسن يحتاج اليه المسافرون وانه مجرب۔

یعنی بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اسکی سخت ضرورت ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔

شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز ص ۲۰ پر راقم ہیں

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد باشد و او راعون الٰہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است واورایکے از مظاہر عون الٰہی دانستہ

و بکارخانہ اسبابی و حکمت اوتعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور ازعرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و روااست در انبیاء و اولیاء این نوع استعانت بحضرۃ حق است لا غیر۔

کسی سے مدد مانگنا اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اسے اللہ تعالیٰ کی مدد نہ سمجھنا حرام ہے اور اگر رب کی طرف توجہ ہے اور اس غیر کو اسکی مدد کا ایک مظہر جانا اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں اور شریعت میں ایسی مدد جائز ہے اور اسکو اولیاء و انبیاء کی مدد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ مدد حق تعالیٰ کے غیر سے مانگنا نہیں بلکہ اسکی مدد سے ہے۔

تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ ص ۴۶۰ میں

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

افعال عادی الٰہی را مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذلک رامشرکاں نسبت بہ ارواح خبیثہ اصنام سے نمایند و کافرمے شوند از تاثیر الٰہی یا خواص مخلوقات اومے دانند از ادویہ و مغافیر یا دعائے صلحاء بندگان او کہ ہمہ از جناب او درخواستہ انجاح مطلب سے کناندسے فہمند در ایمان ایشاں خلل نمے افتد۔

اللہ کے کام جیسے لڑکا دینا، رزق بڑھانا، بیمار کو اچھا کرنا اور اسکی مثل کو مشرکین خبیث روحوں اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے کہ دوائیں یا مغافیر یا اسکے نیک بندوں کی دعائیں کہ وہ بندے رب کی بارگاہ سے مانگ کر لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے خلل نہیں آتا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں

انا طامع بالجود منك ولم يكن

لابى حنيفة فى الانام سواك

میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں

آپ کے سوا ابو حنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں

اس میں واضح طور پر حضرت امام ابو حنیفہ نے حضور علیہ السلام سے مدد حاصل کی ہے۔

شامی باب زیارۃ القبور میں ہے

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو امام ابو حنیفہ کے مزار پر آتا ہوں تو ان کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔

نزہتہ الخاطر میں ملا علی قاری ص ۶۱ میں فرماتے ہیں

من استغاث بى فى كربة كشفت عنه ومن نادانى باسمى فى شدة فرجت عنه ومن توسل بى الى الله فى حاجة قضيت۔

یعنی جو شخص رنج وغم میں مجھ (یعنی غوث اعظمؒ) سے مدد مانگتا ہے تو اس کا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اسکی حاجت پوری ہوگی۔

ترجمہ قرآن میں مولوی محمود الحسن دیو بندی نے ایاک نستعین کا تفسیر میں تحریر کیا ہے

''ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے''

یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ مسلمان کسی نبی و ولی کو محض وسیلہ مان کر ان سے مدد طلب کرے تو جائز ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنے قصیدہ میں تحریر کیا ہے

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اس میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے اور کہا ہے کہ آپ کے سوا میرا کوئی حامی و ناصر نہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہو ڈوباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

مولوی محمود الحسن نے اپنی کتاب ادلہ کاملہ میں تحریر کیا ہے

"آپ اصل میں بعدِ خدا مالک عالم ہیں۔ جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھا۔"

امداد الفتاوی مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی ج ۴

کتاب العقائد والکلام ص ۹۹ میں ہے

"جو استعانت و استمداد باعتقاد علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستمد منہ حی ہو یا میت"

تھانوی صاحب نے فیصلہ کر دیا کہ مخلوق کیلئے غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد کرنا جائز ہے اگرچہ وہ میت ہی کیوں نہ ہو۔

اعتراض اول

مشکوۃ باب الانذار والتحذیر میں ہے

کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمۃ الزاھراءؓ سے فرمایا

لا اغنی عنک من اللہ شیاً۔

میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔

جب آپ فاطمۃ الزھراء کی مدد نہیں کر سکتے تو دوسروں کی کیا مدد کر سکیں گے؟

جواب

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے فاطمہ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو میں خدا کے مقابل ہو کر تم سے عذاب دور نہیں کر سکتا۔ جس طرح کہ پسر نوح۔ البتہ مسلمانوں کی حضور علیہ السلام ہر جگہ امداد فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الا خلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين۔
پرہیز گاروں کے سوا سارے دوست قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائینگے۔

اعتراض دوم

اياك نعبد واياك نستعين

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے۔ جب غیر خدا کی عبادت شرک ہے تو غیر خدا سے استمداد بھی شرک ہے۔

جواب

یہاں مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا تو وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے مطلقاً مدد کی نفی نہیں ہے ورنہ دنیا میں کوئی بھی کسی سے کسی قسم کی مدد نہیں مانگ سکتا۔

اعتراض سوئم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وما لكم من دون الله من ولى ولا نصير

معلوم ہوا رب کے بغیر کوئی بھی مددگار نہیں۔

جواب

ایک ہے ولی اللہ اور ایک ہے ولی من دون اللہ۔ ولی من دون اللہ سے مراد بُت و شیاطین وغیرہ اور ولی اللہ سے مراد وہ ہے جسے رب نے بندوں کا ناصر بنایا جیسے انبیاء و اولیاء۔

اس آیت میں ولی من دون اللہ کی نفی ہے۔ رہا ولی من اللہ تو اسکی نفی نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون سے مدد طلب کی۔

واجعلنى وزيرا من اهلى۔

اعتراض چہارم

درمختار باب المرتدین میں ہے کہ قول شیأ للّٰہ قیل یکفرہ۔

معلوم ہوا یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ کہنا کفر ہے۔

جواب

شیأ للہ کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اے شیخ عبد القادر جیلانی اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز دے یہ معنی یقیناً کفر ہے اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں تمام کائنات اسکی محتاج ہے دوسرا معنی یہ کہ اے شیخ عبد القادر جیلانی خدا کیلئے تو مجھے دے۔ تو یہ جائز ہے اسکی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں اما ان قصد المعنى الصحيح فالظاهر انه لا باس به۔

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کیلئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک شیأ للہ کا یہی مطلب ہے۔

اعتراض پنجم

اگر حضرت علی اور حضرت امام حسینؓ میں طاقت ہوتی تو وہ خود شہید نہ ہوتے جب وہ اپنے آپ سے مصیبت کو دور نہیں کر سکے تو تمہاری مصیبت کیا دور کریں گے۔

جواب

ان میں طاقت تھی کہ وہ اپنے آپ سے مصیبت کو دور کر لیں لیکن وہ راضی برضاء حق تھے۔ انہوں نے اپنی طاقت کو استعمال نہ کیا جیسے ہم رمضان میں پانی پر قادر ہوتے ہیں لیکن پیتے نہیں اس لیے کہ یہ رضاء الٰہی کے خلاف ہے۔

علامہ صاوی فرماتے ہیں

فلیس فی الآیۃ دلیل علیٰ مازعمہ الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا ومیتا شرک فانہ جھل مرکب لان سوال الغیر من اجراء اللّٰہ النفع او النصر علی یدہٖ قد یکون واجبا لانہ من التمسک بالاسباب ولا ینکر الاسباب الا جحودا او جھولا۔

اس میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے یہ جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ

رب ان کے ذریعہ سے نفع و نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل یا منکر۔

نور و بشر

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حسی و معنوی نور ہیں اور آپ کا حسی نور لوگوں کی آنکھوں سے مستور رکھا گیا ہے اس لیے کہ کوئی بھی آپ کے نور تاباں کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا اور جنس بشر سے ہیں۔ آپ کو بشر کہہ کر پکارنا حرام ہے۔ ہمارا قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین پر بھی ایمان ہے اور قل انما انا بشر مثلکم پر بھی۔

بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز۔ بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ اعتقاد یا اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں پیدا ہوئے۔

بدعت شرعی دو قسم ہے
بدعت اعتقادی اور بدعت عملی

بدعت اعتقادی:

بدعت اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور علیہ السلام کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے جیسے جبریہ، قدریہ، قادیانی، چکڑالوی، غیر مقلد وغیرہ

بدعت عملی:

بدعت عملی وہ کام ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہ کرام کے زمانہ میں ہو یا اسکے بعد

بدعت عملی دو قسم ہے

حسنہ اور سیئہ

بدعت حسنہ:

بدعت حسنہ وہ نیا کام جو کہ کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد وغیرہ

بدعت سیئہ:

بدعت سیئہ وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین وغیرہ ڈاڑھی منڈانا، مشت سے کم ڈاڑھی کتروانا۔

مشکوۃ باب العلم میں حدیث مروی ہے

جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اسکو اس کا ثواب ملیگا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

معلوم ہوا اسلام میں کارِ خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور برے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

انگوٹھے چومنے کا ثبوت

جب مؤذن اشهد ان محمدارسول اللہ کہے اس کو سن کر درود شریف پڑھتے ہوئے اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمہ کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ اس میں دینی اور دنیاوی فائدے ہیں۔

صلوٰۃ مسعودی جلد دوم باب بستم بانگ نماز میں ہے

روی عن النبی ﷺ انہ قال سمع اسمی فی الاذان ووضع ابھا میہ علیٰ عینیہ فانا طالبہ فی صفوف القیامۃ وقائدہ الیٰ الجنۃ۔

حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے۔ اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لیجائیں گے۔

شامی جلد اول باب الاذان میں ہے

اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے۔ صلی اللہ علیك یارسول اللہ اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہے کہ قرۃ عینی بك یا رسول اللّٰہ۔ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللّٰھم

متعنی بالسمع والبصر تو حضور علیہ السلام اسکو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لیجائیں گے۔

مقاصد حسنہ میں امام سخاوی نے فرمایا

دیلمی نے فردوس میں ابوبکر صدیق؄ سے روایت کی کہ جب انہوں نے مؤذن سے سنا اشہد ان محمد ارسول اللہ تو یہی قول انہوں نے بھی کہا اور اسکے ساتھ ساتھ اپنے کلمے کی انگلیوں کے باطنی حصوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اسکے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اعتراض

انگوٹھے چومنے کے بارے میں جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور حدیث ضعیف سے شرعی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

جواب

اصول حدیث اور اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث چند اسناد سے مروی ہوجائے تو وہ حسن بن جاتی ہے جیسا کہ در مختار جلد اول باب مستحبات الوضوء کے ضمن میں علامہ شامی نے فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے چنانچہ علامہ شامی نے در المختار کے کتاب الطہارۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

آئیے روشنی حاصل کریں

از کتاب مستطاب

مسلکِ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

الحاج علامہ مولانا محمد مقصود احمد چشتی قادری صاحب
خطیب اعظم جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش لاہور

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

عطاء الغفور فی تفسیر شفاء لما فی الصدور

المعروف بہ

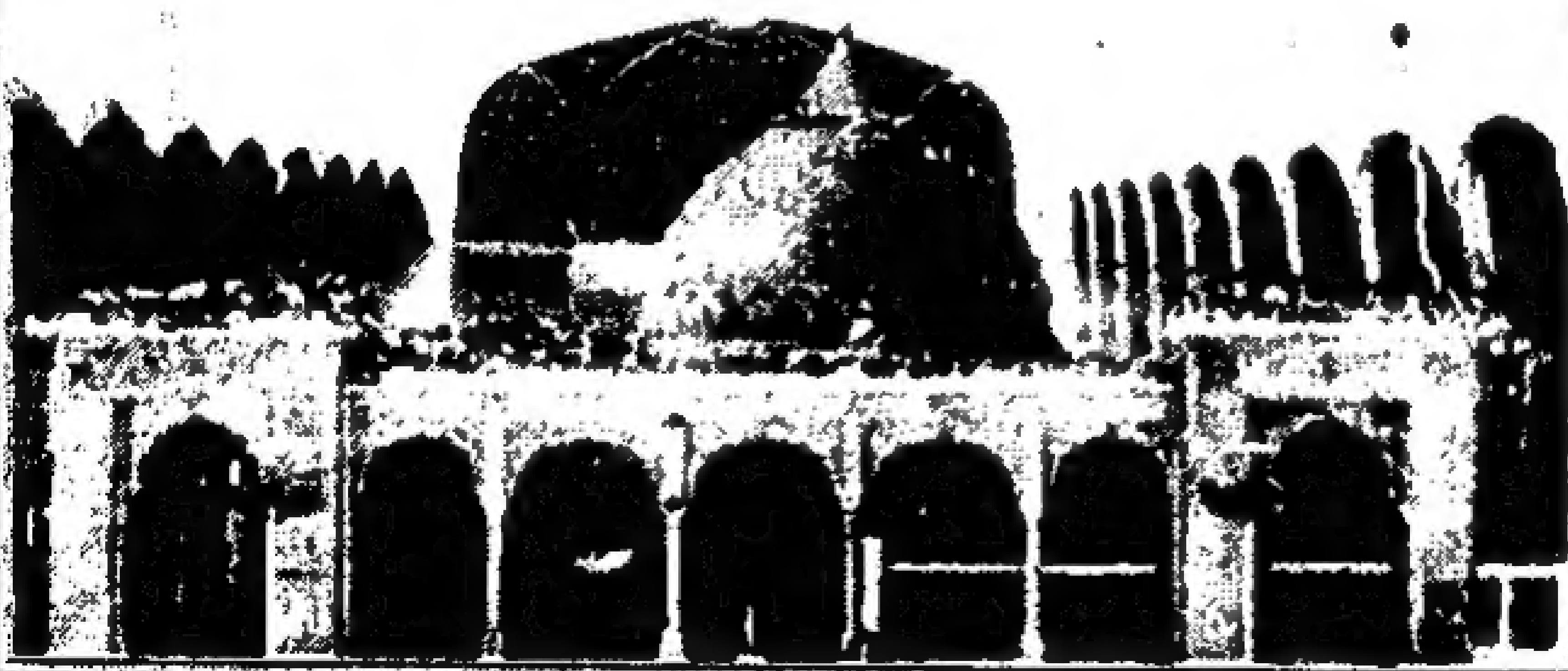
الفیضان

(پارہ اوّل)

[illegible]

[illegible] مولانا محمد مقصود احمد چشتی قادری

خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور





از کتاب مستطاب
مسلک حضرت داتا گنج بخش
کرمانوالہ بک شاپ